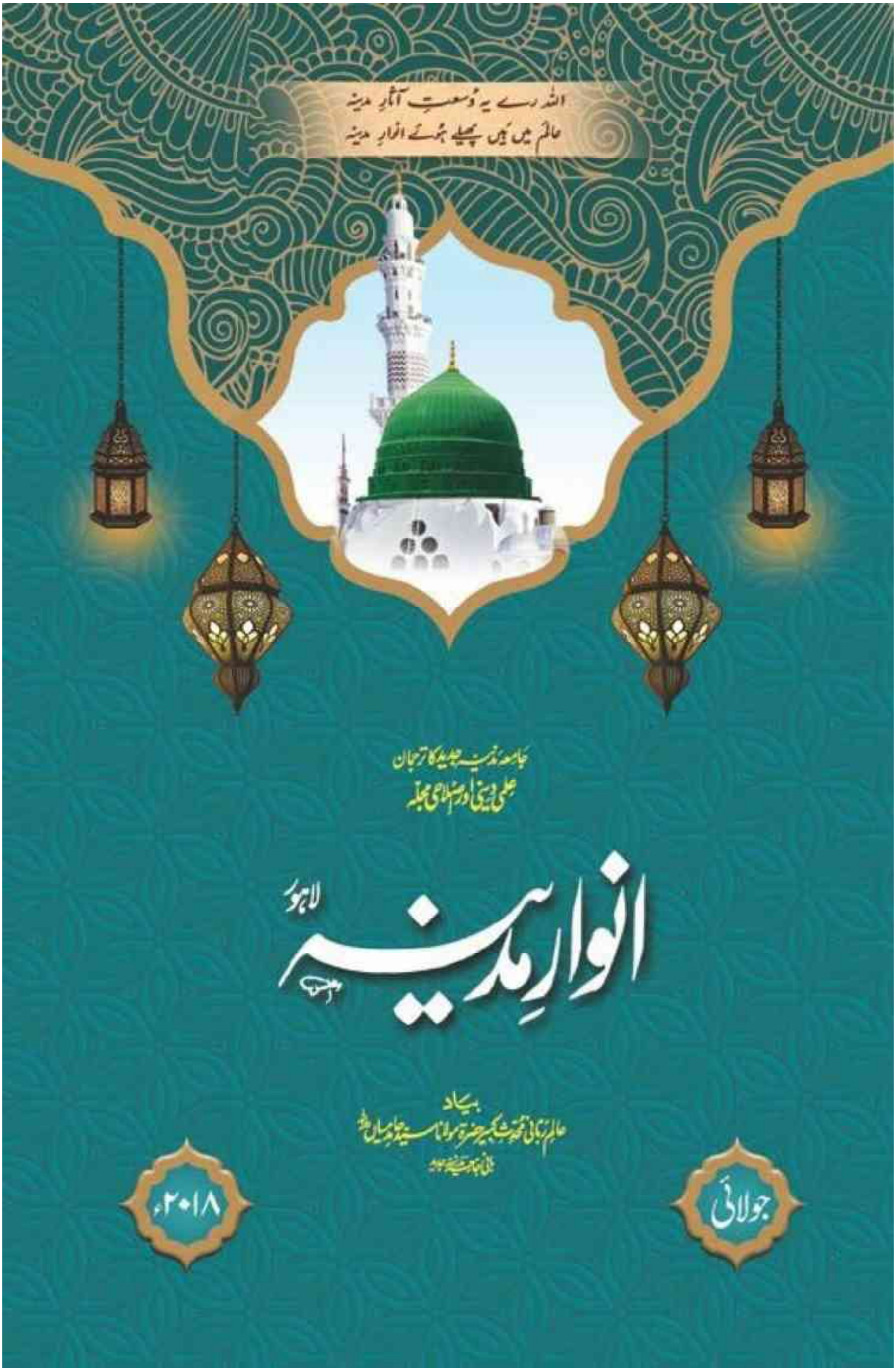
اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ
جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اصلاحی مجلہ
انوارِ مدینہ
لاہور
بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرت مولانا سید حامد میاں
جولائی
۲۰۱۸ء

ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۲۶	شوال/ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ / جولائی ۲۰۱۸ء	شمارہ : ۷

سیّد محمود میاں	**سیّد مسعود میاں**
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، اَفریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ

0954-020-100-7914-2

مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر : 0333-4249302

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35399051

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35399052

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۰
دینِ کامل	حضرت اقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ	۱۳
تبلیغِ دین	حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالیؒ	۲۳
فضائلِ مسجد	حضرت مولانا صدرالدین صاحب انصاری	۳۳
توبہ کرنے کا حکم اور توبہ کا طریقہ	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ	۳۸
معاشرتی اِصلاح کے متعلق چند زرّیں ہدایات	حضرت مولانا سیّد صدیق احمد صاحب باندویؒ	۴۲
اِنتخابات میں ووٹ، ووٹر اُور اُمیدوار کی شرعی حیثیت	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ	۵۳
موت کی یاد	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۵۹
خانقاہِ حامدیہ اور رمضان المبارک		۶۲
وفیات		۶۳
اخبار الجامعہ		۶۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سید محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

۲۴؍ جون کو ترکی کے صدارتی اور پارلیمانی انتخابات میں محترم رجب طیب اُردغان کی شاندار کامیابی پر عالمِ اسلام کے مظلوموں نے نہایت خوشی و مسرت کا اظہار کیا ہے، صلحاءِ اُمت اور علمائے ربانیین کی دعائیں اور بہت کچھ توقعات ترک قیادت سے وابستہ ہیں، بلاشبہ یہ بہت خوشی کا موقع ہے بارگاہِ رب العزت میں جتنا بھی شکر بجالایا جائے کم ہے مگر اِس سب کچھ کے باوجود اس کو انتہائی کامیابی نہ سمجھنا چاہیے بلکہ کامیابی کی جانب نقطہ آغاز !

کیونکہ جس مہم جوئی کے لیے ترک قیادت نے قدم بڑھانے کا اِرادہ کیا ہے عالمِ کفر تو اُس کی راہ میں رُکاوٹ ہے ہی خود عالمِ اسلام کی منافق قیادتیں اس کامیابی پر انتہائی ناخوش ہیں، وہ عالمِ کفر کے قدم بقدم بلکہ ہراول دستہ کے طور پر اس کامیابی کو ناکامی میں بدل ڈالنے کے درپے ہیں ! !

لہٰذا اس نقطہ آغاز کو مکمل کامیابی سمجھ کر جشن منا بیٹھنے کے بجائے پیش آمدہ عظیم خطرات سے خبردار رہنے کے ساتھ ساتھ رجوع اِلی اللہ اور اُس کی مدد و نصرت کا ہر لمحہ طلبگار رہنے اور خطرات سے پناہ چاہتے رہنے کی ہر وقت ضرورت ہے۔

''بیعتِ عقبہ'' کے موقع پر حضرت عباس بن نضالہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے جو گفتگو فرمائی وہ ملاحظہ فرمائیں :

يَا مَعْشَرَ الْخَزْرَجِ
هَلْ تَدْرُوْنَ عَلَامَ تُبَايِعُوْنَ هٰذَا الرَّجُلَ ؟
قَالُوْ : نَعَمْ !
قَالَ اِنَّكُمْ تُبَايِعُوْنَه عَلٰى حَرْبِ الْاَحْمَرِ وَالْاَسْوَدِ مِنَ النَّاسِ .
فَاِنْ كُنْتُمْ تَرَوْنَ اَنَّكُمْ اِذَا اُنْهِكَتْ اَمْوَالُكُمْ مُصِيْبَةً وَ اَشْرَافُكُمْ قَتْلًا اَسْلَمْتُمُوْهُ فَمِنَ الْآنِ فَهُوَ وَاللّٰهِ اِنْ فَعَلْتُمْ خَزِىَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةُ .
وَاِنْ كُنْتُمْ تَرَوْنَ اَنَّكُمْ وَافُوْنَ لَهٗ بِمَا دَعَوْتُمُوْهُ اِلَيْهِ عَلٰى نَهْكَةِ الْاَمْوَالِ وَ قَتْلِ الْاَشْرَافِ فَخُذُوْهُ فَهُوَ وَاللّٰهِ خَيْرُ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ .

(البداية و النهاية ج ۳ ص ۱۹۸)

اے جماعت انصار دیکھ تو لو تم کس بات پر اس شخص (رسول اللہ ﷺ) کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہو، تم دنیا کی مخالفت اور اسود واَحمر کے مقابلے کے لیے بیعت کرتے ہو، اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ جب تمہارے اشراف قتل ہو جائیں تمہارے مال ہلاک ہو جائیں تو تم ان کو (رسول اللہ ﷺ) کفارِ مکہ کے سپرد کر دو گے (تو) تم ابھی سے اس قصے کو چھوڑ بیٹھو کیونکہ اس صورت میں دنیا وآخرت کی رُسوائی ہے اور اگر تم نے یہ اِرادہ کر لیا ہے کہ پوری طرح وفاداری کرو گے تو اِس میں شک نہیں کہ یہ دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔ سب نے کہا کہ ہم اسی بات پر بیعت کرتے ہیں کہ مال ہلاک ہو جائیں ہمارے سردار قتل ہو جائیں مگر ہم آپ کے ساتھ رہیں گے۔

حضرت عباس بن نضالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیاسی بصیرت پر مبنی یہ خطاب آج کی اسلامی دنیا کے سیاسی وعسکری قائدین، اقتصادی اور معاشی مفکرین کے لیے اہم انتباہ ہے اور ہر معاملہ میں پھونک پھونک کر قدم بڑھانے کی نصیحت ہے لہٰذا موجودہ بھیانک سیاسی حالات کا پس منظر وپیش نظر سامنے رکھتے ہوئے مکمل بیدار مغزی کے ساتھ مستقبل کی منصوبہ سازی ہونی چاہیے، یکدم اور قبل اَز وقت خوشگوار توقعات کے سمندر میں غرق ہونے کے بجائے کسی بھی ناخوشگوار صورتِ حال سے نبٹنے کے لیے کمر بستہ رہنا ہی دانشمندی ہے۔

ادھر عالمِ کفر کی سازشوں کی آندھی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے امارتِ اسلامی افغانستان کی قیادت نے پوری دنیا کے علماء کے نام ایک اہم آگاہی خط تحریر کیا ہے جس کو ہم اپنے اداریہ میں شامل کرنا مناسب خیال کرتے ہوئے زیبِ قرطاس کررہے ہیں۔

قابلِ قدر علمائے کرام ومشائخ عظام!

السلام علیکم ورحم اللہ وبرکاتہ

اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے اُمید ہے آپ صحت وعافیت کے ساتھ ہوں گے ہم امارتِ اسلامی افغانستان کے منسوبین ومتعلقین اور تمام افغان عوام کی نمائندگی کے ساتھ نیک تمنائیں اور اسلامی اُخوت کی محبتیں آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں آپ جانتے ہیں کہ افغانستان گزشتہ سترہ سال سے وقت کے سب سے بڑے طاغوت امریکہ کی جارحیت کا شکار ہے امریکہ چاہتا ہے افغانستان اس کی ایک مقبوضہ ریاست بن جائے، وہ یہاں عسکری مراکز اور انٹیلی جنس اڈے قائم کرے تاکہ جنوبی ایشیا، وسطی ایشیا اور مشرق وسطی کے سنگم پر واقع اسلامی دنیا کے اہم ترین خطے افغانستان کی اسٹریٹیجک حیثیت استعمال کرکے عالم اسلام کو کمزور اور ختم کرنے کی سازشیں کرسکے، اگر امریکہ افغانستان سے متعلق اپنے مذموم مقصد میں کامیاب ہوجاتا ہے تو اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس سے پاکستان، ہندوستان، وسطی ایشیا اور عرب ممالک میں بھی اسلامی فکر، مدارس دینیہ، علمائے کرام اور دیندار مسلمانوں کے مصائب ومشکلات میں اضافہ ہوگا، مذکورہ ممالک کی مسلم آبادی بھی مغربی شیطانی دسیسہ کاریوں کا ہدف بنے گی، لادینیت اور گمراہی زور پکڑے گی، مغرب کی حمایت وتعاون سے سیکولر طبقہ اور فساق وفجار مضبوط ہوں گے اُمتِ مسلمہ کے زوال کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوگا۔

ماضی قریب کے عظیم مفکرین علامہ اقبال، شکیب ارسلان اور دیگر نے افغانستان کو

ایشیا اور اسلامی دنیا کا دل قرار دیا ہے اگر خدانخواستہ امریکہ مسلم دنیا کا دل اُجاڑنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اِس میں کوئی دو رائے نہیں کہ اِس طرح اُمتِ مسلمہ اور دینی سلسلوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے اسلام کے سچے پیروکاروں کے خلاف موجود خطرات میں کئی گنا اضافہ ہوگا۔

تاریخ کے اس خطرناک موڑ پر نجات کا راستہ یہ ہے کہ افغانستان میں امریکی جارحیت کے خلاف امارتِ اسلامیہ افغانستان کی جہادی صف کو مضبوط کیا جائے اسے جانی، مالی، اخلاقی اور روحانی تعاون اور حمایت بہم پہنچائی جائے۔

الحمدللہ ! امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین نے سترہ سال تک اڑتالیس کفریہ جارح قوتوں کے خلاف استقامت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے اب بھی برطانیہ اور سوویت یونین کی طرح امریکی جارحیت کو شکست دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔

آپ جانتے ہیں امریکہ افغانستان میں کامیاب ہونے کے لیے سترہ سالہ دور میں اپنی تمام تر عسکری طاقت آزما چکا ہے وہ اپنے اسلحہ گودام کے تمام تر خطرناک ہتھیار استعمال کر چکا ہے ہر طرح کی حکمت عملیاں بروئے کار لا چکا ہے جبکہ کامیابی کا ابھی کوئی امکان نہیں ہے۔

گزشتہ سال اسلام و عالمِ اسلام کے سخت دشمن امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے افغانستان کے لیے اپنی نئی حکمت عملی سامنے لائی، ٹرمپ کی حکمت عملی کے ایک حصے کے طور پر افغانستان میں امریکی درندہ صفت فوج کے سربراہ جنرل نیکولسن نے مارچ کو ایک پریس کانفرنس میں کہا تھا :

''امریکہ اس سال طالبان (امارتِ اسلامیہ) پر مختلف طریقوں سے دباؤ بڑھانا چاہتا ہے ہم طالبان پر عسکری، سیاسی حتی کہ مذہبی دباؤ بھی ڈالیں گے تاکہ وہ جنگ

سے دستبردار ہو جائیں، مذہبی دباؤ سے میرا مطلب یہ ہے کہ افغانستان پاکستان اور کچھ دیگر ممالک کے مسلم علماء کی کانفرنسز منعقد کی جائیں گی ان کانفرنسوں میں طالبان کے خلاف فتوی جاری کر کے ان کے جہاد کی شرعی حیثیت کو اسلامی نکتہ نگاہ سے چیلنج کیا جائے گا۔''

اب جبکہ ان کانفرنسوں کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ عنقریب کابل اسلام آباد اور سعودیہ میں بھی ایسے اجتماعات منعقد کیے جائیں گے، ہم علمائے کرام اور مشائخ عظام سے یہ درخواست اور مطالبہ کرتے ہیں کہ اس جیسی کانفرنسوں میں شرکتِ محض سے بھی احتراز کیا جائے کیونکہ سمجھنے کی پہلی بات یہ ہے کہ اگرچہ اس کانفرنس کا موضوع اور عنوان دینی ہے، اس میں عالمِ اسلام کے مسائل پر بھی بات کی جاتی ہے، اسے مسلم علماء کی مجلس قرار دیا جاتا ہے مگر اس کا ہدف اور مقصد غلط ہے اس کا اصل محرک اسلام کا شدید مخالف امریکہ ہے وہ چاہتا ہے ان کانفرنسوں کے ذریعے افغانستان میں جاری جہاد کو کمزور کیا جا سکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ علمائے کرام اس طرح کی کانفرنسوں میں جس نیت سے بھی شریک ہوں جس مجبوری کی وجہ سے بھی شرکت کریں دشمن بہرحال آپ کی وہاں شرکتِ محض سے بھی فائدہ اُٹھائے گا، ایسے اجتماعات میں علماءِ کرام جتنی بھی حق بات کہہ لیں دشمن اسے کوئی اہمیت نہیں دے گا۔ یہ حقیقت ہے کہ دشمن کانفرنس کی ان ہی باتوں کو اُچھال کر پروپیگنڈا کرے گا جو اُس کے حق میں ہوں گی، آپ نے دیکھ لیا کہ انڈونیشیا کانفرنس میں کچھ شیوخ کرام نے کتنی اچھی اور معقول باتیں کہیں مگر میڈیا نے انہیں کوئی اہمیت نہیں دی حتی کہ اُن پر سرسری تبصرے سے بھی گریز کیا گیا، صرف وہی کچھ میڈیا نے اسکرین پر نمایاں کیا جو امریکی مفاد میں تھا حتی کہ بعد ازاں علماء کو بدنام کرنے کے لیے یہ بات بھی پھیلائی گئی کہ کابل انتظامیہ اور

انڈونیشیا حکومت نے علماء کو ڈالروں کے پیکٹ دیے تھے یعنی امریکہ ہر حال میں اپنے شیطانی مقاصد کی تکمیل چاہتا ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اس طرح کی کانفرنسوں میں شرکت علماءِ کرام کی معاشرتی ساکھ کو نقصان پہنچاتی ہے جس سے علماء، طلبا، عام مسلمان اور مجاہدین کے درمیان بداعتمادی کی فضا پیدا ہوتی ہے۔

ہمارے جن قابلِ قدر علماءِ عظام نے ساری زندگی مدرسہ و مسجد کے استغنا میں گزار دی ہے جو کہ للہ فی اللہ اُمت مسلمہ کے شاندار مستقبل کے لیے ایک عظیم دینی خدمت ہے، ایسی مجالس میں شرکت سے اُن کی سالہا سال کی محنت و مشقت سے قائم ہونے والا شخصی و دینی وقار ضائع ہو کر رہ جاتا ہے، ان کی شخصیت کا احترام کمزور ہو جاتا ہے، نتیجۃً عوام میں ان کا تعارف حکومتی اور درباری مُلا والا بن جاتا ہے ہماری نظر میں اسلام مسلمانوں اور خود علماءِ کرام کی عزت و توقیر اور خیر و بھلائی اس میں ہے کہ ایسی مجالس سے گریز کیا جائے تاکہ اسلام دشمن قوتیں انہیں اپنے شیطانی اہداف کے لیے استعمال نہ کر سکیں۔ اللہ رب العزت ہم اور آپ سب کو دشمن کی دسیسہ کاریوں سے محفوظ فرمائے، آمین یارب العالمین۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امارتِ اسلامیہ افغانستان

☆

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالمِ اسلام کو کفر کی سازشوں سے محفوظ فرما کر کفار اور اُن کے ہمنوا منافقین کے عزائمِ بد کو ناکام فرمائیں۔

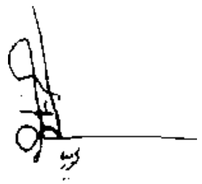

مولای صل وسلم دائما ابدا ## درسِ حدیث علی حبیبک خیر الخلق کلهم

حضرت اقدس پیرومرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرتِ اقدس کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین۔

حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کا مطلب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ !

آقائے نامدار ﷺ نے ارشاد فرمایا اَتَدْرُوْنَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی قَالَ قَائِلٌ اَلصَّلٰوۃُ وَالزَّکٰوۃُ وَقَالَ قَائِلٌ اَلْجِھَادُ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ[1] کیا جانتے ہو کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے ؟ کسی نے عرض کیا نماز اور زکوۃ، کسی نے کہا جہاد، جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل یہ ہے کہ ''خدا تعالیٰ کے واسطے محبت رکھے اور خدا تعالیٰ کے واسطے بغض رکھے۔''

اس حدیثِ مبارکہ میں جو تعلیم دی گئی ہے وہ صرف دو جملے ہیں اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ لیکن جنابِ رسول اللہ ﷺ کو اِس بات کی اہمیت سمجھانی تھی اس لیے پہلے سوال فرمایا کہ کون سا عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب اور پسند ہے ؟ پھر جب صحابہ کرامؓ نے جو اُن کی نظر میں سب سے زیادہ بڑی نیکیاں تھیں ذکر کیں تب آخر میں آپ نے خود اِرشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب عمل ''حب فی اللہ اور بغض فی اللہ'' ہے۔

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الاداب رقم الحدیث ۵۰۲۱

ممکن ہے آپ کو اِس حدیثِ پاک کو پڑھ کر خیال ہو کہ جو اِس پر عمل کرے اُسے نماز اور زکوٰة کی بھی ضرورت نہیں رہے گی، تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ نماز زکوٰة یا جو نیکیاں صحابہ کرام کو معلوم تھیں اور وہ فرض کی گئی ہیں اُن کی نفی فرمانی مقصود نہیں بلکہ مزید ایک نیکی تعلیم فرمانی مقصود ہے تاکہ جو باتیں پہلے بتلائی جا چکی ہیں اُن پر عمل کرنے اور انہیں فرض جاننے کے ساتھ ساتھ اِس چیز کی حصول کی بھی کوشش کرتے رہیں کیونکہ ایسی نیکیاں جیسے '' حب فی اللہ اور بغض فی اللہ'' وغیرہ ہیں یہ خود دراصل نماز وغیرہ کے ثمرات میں ہیں یہ فرض عبادتیں تو جڑ ہیں جس طرح جڑ کے بغیر شاخ اور پھل نہیں ہوتا اسی طرح یہ عمدہ اخلاق بغیر نماز جیسی فرض طاعتوں کے حاصل نہیں ہوتے اور ہر عبادت کی کوئی خاص تاثیر بھی ہوتی ہے کیونکہ ہر عبادت میں مسلمان خداوند کریم کی ذاتِ پاک کی طرف تھوڑی بہت توجہ ضرور کرتا ہے کسی کی توجہ لحہ بھر کسی کی چند منٹ رہتی ہے تو کسی کی تمام عبادت کے دوران قائم رہتی ہے اور کسی کا یہ حال ہوتا ہے کہ خداوند کریم کی ذات پاک کی طرف ہر وقت ہی قلب متوجہ رہتا ہے اور نماز وغیرہ عبادتوں میں اور زیادہ متوجہ ہو جاتا ہے۔ غرض ہر شخص کو عبادت میں اتنا حصہ نصیب ہو ہی جاتا ہے جتنی اُس کی توجہ رہے۔ عام لوگوں کی توجہ چند لمحے رہتی ہے پھر دل و دماغ حسبِ عادت اِدھر اُدھر چکر کاٹنے لگتے ہیں مگر یہ تھوڑی تھوڑی توجہ بھی کام دیتی ہے یہ بڑی ہی قیمتی چیز ہے۔

ہر کام تھوڑا بھی بہت ہوتا ہے کیونکہ توجہ اِلی اللہ کے وقت جسمِ انسانی میں نورانی لہریں پیدا ہوتی ہیں جو مادی ریڈیائی لہروں سے کہیں زیادہ قیمتی ہوتی ہیں اور توجہ اِلی اللہ کے وقت جو نورانیت پیدا ہوتی ہے وہ غذائے روح ہے اس سے روحِ انسانی کو قوت وصحت دونوں حاصل ہوتی ہیں اور انسان کے اخلاق خود بخود رُوح کی قوت وصحت کے ساتھ درست ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے :

﴿ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ﴾ (سُورة العنکبوت : ٤٥)

'' یقینًا نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کی یاد یقینًا سب سے بڑی ہے۔''

تو گویا فرائض کی تعمیل ایسا پل ہے کہ جسے پار کیے بغیر اخلاقِ فاضلہ تک صحیح معنوں میں رسائی نہیں ہوسکتی اور وہ صحابہ کرام کو معلوم تھے ان پر عمل میں وہ ذرّہ برابر کوتاہی نہیں کرتے تھے اس لیے

آقائے نامدار ﷺ نے وہ باتیں تعلیم فرمانی چاہیں کہ جن کے قبول کرنے کی ان کے قلوب میں کامل استعداد پیدا ہوچکی تھی اس لیے اِرشاد ہوا اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ اس میں گویا خواہش نفس کو قطعاً ختم کردینے کی تعلیم دی گئی ہے کیونکہ کسی سے محبت اور نفرت کرنا بہت حد تک ایک دوسرے سے نفع حاصل کرنے کی خاطر ہوا کرتا ہے اور کم از کم راحت تو ضرور حاصل ہوتی ہے اس لیے ہی محبت کرتا ہے مثلاً انسان اپنی اپاہج اولاد سے بھی محبت کرتا ہے اس کی تکلیف دیکھ کر دل بھر آتا ہے اور راحت دیکھ کر سکونِ قلبی حاصل ہوتا ہے۔

مگر اس حدیثِ مبارکہ میں ایک اور محبت سکھائی گئی ہے جو اِس سے اعلیٰ اور لافانی ہے وہ یہ ہے کہ بندہ دوسرے سے محبت و بغض میں کوئی لالچ اور ذاتی منفعت و مضرت پیشِ نظر رکھنے کے بجائے اپنی فطرت کو مغلوب کر کے صرف ذاتِ خداوندی اور مرضیاتِ الٰہی کو اپنانے کا عادی بنے، اس حد تک اس کی مشق بڑھائے کہ اسے ہر اُس شخص کو دیکھ کر راحت حاصل ہونے لگے جو خداوند کریم کی مرضیات پر چلتا ہو اور ہر اُس شخص کو دیکھ کر طبیعت بھاگنے لگے جو خدا کی نافرمانی میں لگا ہو۔

یہی نہیں بلکہ یہ بھی ٹیسٹ کرے کہ نافرمان شخص اگر آج توبہ کر رہا ہے تو آیا اُسے اس سے ایک دم نفرت کے بجائے محبت ہوتی ہے یا نہیں اور فرمانبردار شخص اگر معاذ اللہ معصیت میں مبتلا ہوجائے تو اُس سے طبیعت کو نفرت ہوتی ہے یا نہیں ؟

گویا کسی کی ذات نہ اُسے محبوب ہو نہ مبغوض، نہ اُسے کسی سے اُلفت ہو نہ نفرت بلکہ صرف خدا کی رضا طلبی اُس کی رضا مندی بن جائے اور خدا کی معصیت اُس کے نزدیک ایک نفرت کی چیز ہو اور حظِ نفس [1] قطعاً فنا ہوجائے۔ بس یہ محبت کی اعلیٰ قسم ہے جسے یہ محبت و عداوت حاصل ہوگی اُسے گویا ایک قسم کی غناء حاصل ہوگی اس لیے صحابہ کرام کو جو خیارِ اُمت تھے جناب رسول اللہ نے ایک دن اِس کی تعلیم دی۔ (بحوالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۵ / مارچ ۱۹۶۸ء)

[1] اپنی خواہش کا عمل دخل

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۶ قسط : ۷

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید کی جانب سے محدث ،فقیہ ،مؤرخ ،مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تاحال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے ،اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب ویکجا محفوظ ہو جائیں ۔(اِدارہ)

دینِ کامل

اِسلام کی مختصر تصویر قرآن وحدیث کے آئینہ میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

معاہدۂ فطرت :

جو آیت شروع میں پیش کی گئی ہے جس کے فقروں کی تشریح سابق صفحات میں کی گئی ہے اُسی آیت کا ایک فقرہ یہ ہے : '' پورا کرنے والے عہد کو، جب کوئی عہد کرلیا ہو ''

''عہد'' کے سلسلہ میں اُس عہد کا تصور بھی آتا ہے جس کو ''عہدِ اَلست'' کہا جاتا ہے ہم نے اس کو ''معاہدۂ فطرت'' کہا ہے اس کی تشریح کے لیے ایک مثال ملاحظہ فرمائیے ۔

زید کی ولادت یکم محرم ۱۳۹۳ھ کو ہوئی، ہمارا تصور یہی ہے کہ اُس کی ہستی کا آغاز یہی ہے اس سے پہلے اس کی ہستی کا کوئی نشان کائنات کے نقشہ میں نہیں تھا لیکن قرآنِ حکیم اس نوزائید کو ایک بہت پرانے نقش کی نئی تصویر قرار دیتا ہے ۔

صبح کی سہانی فضا کا شامیانہ تنا ہوا تھا، بالکل صاف شفاف، نہ گرد و غبار نہ اَبر و باد، یکا یک ایسا نظر آیا جیسے روئی کا چھوٹا سا گالا کسی چرخے سے اُڑ کر فضا کی بلندی پر پہنچ گیا، چند منٹ میں یہ گالا بدلی کا ٹکڑا بن گیا اور ابھی منٹوں کی شمار گھنٹہ کی حد تک نہیں پہنچی تھی کہ وہی صاف شفاف فضا جس میں بادل کا نشان تک نہ تھا اَبر آلود ہوگئی۔ یہ روئی کا گالا فضائے آسمان میں دفعتًا بادل بن گیا یا گرد کے ذرّوں جیسے کچھ منتشر سلمات ¹ فضاء میں تھے، برودت کے اثر نے ان کو یکجا کر دیا، وہ روئی کے گالے کی طرح ہوگئے پھر اسی طرح کے سلمات اور جڑتے رہے یہاں تک کہ بدلی پھر بادل بن گئی۔

یہی سوال اس نوزائید زید کے متعلق بھی ہے، شکمِ مادر سے جو اِس کا ڈھانچہ بننا شروع ہوا تو کیا زید صرف اُس ڈھانچہ کا نام ہے یا زید کچھ اور حقیقت ہے جو اس ڈھانچہ کی شکل میں اب نمودار ہو رہی ہے۔

ایک بہت پرانا دور تھا جس کی مدت معلوم نہیں ہے اُس وقت ایک ہیکل بنایا گیا جس کا نام ''آدم'' رکھا گیا اُس وقت یہ طے کر دیا گیا کہ اِس کو قوت تولید بخشی جائے گی اور یہ صرف یکہ وتنہا نہیں رہے گا بلکہ اِس کی صلب سے اولاد پھر اولاد کی اولاد اِتنی ہوگی کہ اس کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

قرآن شریف کی شہادت یہ ہے کہ آدم علیہ السلام اور اولادِ آدم کی پشت سے جتنی اولاد قیامت تک ہونے والی تھی اُس سب کو اُسی وقت وجود عطا فرما دیا گیا اور اُن کو ایسی فہم اور سمجھ بھی عطا کر دی گئی جس سے وہ بات کو سمجھ کر جواب دے سکیں اور اُسی وقت حضرت رب العالمین نے اُن سے دریافت فرمایا کہ تمہارا رب کون ہے ؟ ؟ ؟ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ؟ ؟ ؟

سب نے متفقہ طور پر ایک زبان ہوکر جواب دیا '' بَلٰی '' ضرور آپ ہمارے رب ہیں۔

یہ ہے سب سے پہلا عہد جو آدم علیہ السلام اور اولادِ آدم کے ہر فرد سے لیا گیا اس کو عہدِ اَلست بھی کہتے ہیں، بے شک یہ عہد ہمیں یاد نہیں ! مگر ہمیں یہ بھی یاد نہیں کہ ہمارے منہ میں لقمہ سب سے پہلے کس نے دیا تھا ! ! اور کس نے ہمیں کھانا یا پانی پینا سکھایا تھا ! ! ! اور بہت سوں کو یہ بھی یاد نہیں ہوتا کہ ''الف با تا'' کا سب سے پہلا سبق کس نے دیا تھا ؟ کس وقت اور کس مقام پر دیا تھا ؟ ؟

---

¹ ذرّات

مگر یہ باتیں ہماری فطرت کا جزو بن گئیں، پہلے سبق کا وقت یاد نہیں مگر اُسی سبق کی بنا پر ہم کھاتے ہیں اُسی سبق کی بنا پر ہم لکھتے ہیں پڑھتے ہیں، اِسی طرح یہ بات بھی ہماری فطرت کا جزو بن گئی کہ ہم مخلوق ہیں ہمارا کوئی خالق ہے وہ ہمارا رب ہے۔

خدا کا اِنکار کرنا ''فیشن'' بن گیا ہے مگر جب کوئی نازک وقت آتا ہے تو یہی فیشن ایبل ''فیشن'' بھول جاتے ہیں اور ان کی فطرت ''رب'' کا تصور اُن پر مسلط کر دیتی ہے۔

دریا کا سفر ہو اور جہاز طوفان میں گھر جائے، نجات کی کوئی شکل سامنے نہ ہو تو انسان کتنا ہی فیشن ایبل کیوں نہ ہو اُس کی نظر اُس وقت اپنے رب پر ہی ہوتی ہے اور وہ اُسی سے نجات کی التجا کرتا ہے۔

سابق وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو بھی انہیں فیشن ایبل لوگوں میں تھے جو مذہب کو خارج اَز بحث سمجھتے تھے ''لا مذہبی'' اُن کا مذہب تھا اُن کے داماد فیروز گاندھی کا انتقال ہوا وہ راقم حروف کے بھی دوست تھے، ۱۹۳۰ء میں فیض آباد جیل میں ساتھ رہے تھے چونکہ گوشت خور تھے تو کھانے میں بھی ہمارے شریک رہا کرتے تھے، ان کے انتقال کا علم ہوا تو احقر بھی پنڈت جی کی کوٹھی پر گیا، پنڈت نہرو لاش کے قریب خاموش کھڑے تھے، پنڈت صاحبان وہاں تشریف فرما تھے اور اپنے مسلک کے مطابق کچھ پڑھ رہے تھے ان کے علاوہ مختلف مذاہب کے مذہبی آدمی بھی وہاں پہنچے ہوئے تھے، پنڈت جی نے کسی سے کوئی استدعا نہیں کی مگر اُن کی زبانِ حال کی خاموش فرمائش یہ تھی کہ اِس مردہ کو فائدہ پہنچانے کے لیے جو کچھ بھی کوئی کر سکتا ہو وہ کرے، اُس وقت پنڈت جی کا فیشن ایک اضطراب میں بدلا ہوا تھا [2] اور یہ عقیدہ بھی غیر شعوری طور پر پختگی کے ساتھ کار فرما تھا کہ انسان موت پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ موت ایک دوسرے عالم میں منتقل ہونے کا نام ہے۔

---

[1] بھارت کی سابق وزیر اعظم آنجہانی مسز اِندرا گاندھی کے شوہر۔ محمود میاں غفرلہٗ

[2] یعنی ان کا ''فیشنی عقیدہ'' ان مصیبت کے لمحات میں ان کے اس اضطراب اور تذبذب کو صبر و اطمینان کی چادر فراہم کرنے میں ناکام رہا۔ محمود میاں غفرلہٗ

بہرحال جس طرح موت کے بعد ایک عالَم آنے والا ہے قرآنِ حکیم کا اِظہار یہ ہے کہ اِسی طرح کا ایک عالَم پہلے بھی ہے جہاں وہ ''نسمات'' موجود ہیں جن کو پیدائش کے بعد زید، عمر، بکر وغیرہ کہا جاتا ہے۔

قرآنِ حکیم کی شہادت یہ ہے کہ ایک معاہدہ اور بھی ہوا مگر وہ صرف انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا تھا وہ آپس کے تعاون و تناصر کا معاہدہ تھا اور یہ کہ ایک دوسرے کی تائید کرے گا کسی کی مخالفت نہیں کرے گا۔[1]

اس کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ دنیا کے عقل پرست، دانشور، فلاسفر اور عقلاء کے نظریات عموماً مختلف رہے اُن کے مکاتبِ خیال الگ الگ رہے، ان مکاتب خیال کی اشاعت کے لیے تعلیم گاہیں اور یونیورسٹیاں بھی قائم ہوئیں مگر اُن میں اتحاد سے زیادہ اختلاف کارفرما رہا، اس کے برخلاف جملہ انبیاء علیہم السلام کی بنیادی تعلیم ایک رہی، اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، عمل اور پاداشِ عمل، جنت دوزخ، ملائک اور قیامت وغیرہ کے متعلق سب کے عقائد ایک رہے۔

بہرحال قرآنِ حکیم میں ''اَلْبِرّ'' [2] کی جو تعریف فرمائی گئی اُس میں بنیادی عقائد و عبادت کے بعد اسی معاہدہ کی یاد دہانی فرمائی گئی ہے، یہ معاہدہ ایک بنیادی معاہدہ ہے اس کی پابندی جوہرِ آدمیت ہے جب اس کی پابندی ہوگی تو دوسرے معاہدات کی بھی پابندی ہوگی کیونکہ معاہدات پابندی اور عمل ہی کے لیے ہوتے ہیں، یہی انسانیت ہے اور یہی تقاضائے شرافت ہے کہ جو معاہدہ ہو اُس کی پابندی کی جائے لہٰذا بِر اور نیکی کا ایک اہم باب ایفائے عہد اور پابندی قول و قرار ہے۔

اس پابندی قول و قرار کو اِسلام میں یہ اہمیت دی گئی ہے کہ عزیز ترین مفاد معاہدہ پر قربان کیا جا سکتا ہے مگر معاہدہ کو کسی مفاد پر قربان نہیں کیا جا سکتا اور اگر بالفرض یقین ہو جائے کہ فریقِ مخالف معاہدہ کے پردہ میں گہری سازش کر رہا ہے جو مسلمان کے لیے زیادہ سے زیادہ خطرناک اور تباہ کن ہو سکتی ہے تو ایسی صورت میں قرآنِ کریم نے اجازت دی ہے کہ معاہدہ کو مسترد کر دیا جائے لیکن شرط

---

[1] سُورہ اٰلِ عمران : ۸۱ [2] لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ سُورہ اٰلِ عمران : ۹۲

یہ ہے کہ خاتمہ کھلے بندوں عام اعلان کے ساتھ ہو اور ایسی حالت میں ہو کہ پوزیشن مساوی ہو یعنی ایسا نہ کیا جائے کہ معاہدہ کا خاتمہ اچانک اعلان سے کر دیا جائے بلکہ پہلے سے جتا دیا جائے تا کہ دونوں فریقوں کو یکساں طور پر تیاری کی مہلت مل جائے، فریقِ مخالف کی غفلت یا کمزوری سے فائدہ اُٹھانا خیانت اور غدر ہے، یہ اِسلام میں حرام ہے اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔[1]

حضرت سُلیم بن عامر رضی اللہ عنہ کی ایک مشہور روایت ہے اِس سے پوزیشن کے مساوات کی وضاحت ہو جاتی ہے، یہ روایت اُس دور سے متعلق ہے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور رُومی عیسائیوں کے درمیان جنگ ہو رہی تھی اُسی زمانہ میں کچھ عرصہ کے لیے التوائے جنگ کا ایک معاہدہ ہو گیا تھا، معاہدہ کی مدت ختم ہونے والی تھی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فوجوں کو کوچ کا حکم دے دیا کہ سرحد کے قریب پہنچ جائیں اور جیسے ہی مدت ختم ہو حملہ کر دیں، فوج نے جیسے ہی نقل و حرکت شروع کی دیکھا کہ ایک شخص گھوڑا دوڑائے آرہا ہے اور چیخ رہا ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَفَاءٌ لَاغَدْرٌ یعنی بڑے تعجب کی بات ہے یہ کیا ہو رہا ہے ؟ مسلمان عہد کے پابند ہوتے ہیں ! مسلمان غدار نہیں ہوتے اور عہد کو پامال نہیں کیا کرتے ! ! یہ صاحب کون تھے جو اِس طرح سراسیمہ آرہے تھے اور چیخ رہے تھے ! لوگوں نے پہچانا تو صحابی رسول حضرت عمرو بن عبسہؓ تھے ! حضرت معاویہؓ نے حاضرین سے فرمایا جا کر تحقیق کریں کہ ہم سے کیا غدر ہوا ہے جس پر یہ احتجاج ہے ؟ ؟

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا آقائے دوجہاں ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے اور میں نے آپ کا ارشادِ گرامی خود سنا ہے فرمایا تھا : مَنْ کَانَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ قَوْمٍ عَھْدٌ فَلَا یَشُدُّ عَقْدَہٗ وَلَا یَحُلُّھَا حَتّٰی تَنْقَضِیَ اَوْ یُنْبَذَ اِلَیْھِمْ عَلٰی سَوَاءٍ .[2]

''جب کسی سے معاہدہ ہو تو نہ معاہدہ کی کسی گرہ کو کسے اور نہ ڈھیلا کرے یہاں تک کہ مدت معاہدہ پوری ہو جائے اور شکستِ معاہدہ کا اعلان [3] اس صورت میں کرے کہ دونوں کی پوزیشن مساوی ہو۔''

---

[1] سورۂ انفال : ۵۸ [2] ابوداوٗد شریف و ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۹۱ [3] یعنی معاہدہ توڑنے کا اعلان

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اِرشادِ نبوی کا علم ہوا تو آپ نے فوجوں کو واپسی کا حکم دے دیا کہ اُسی پوزیشن پر آجائیں جو معاہدہ کے وقت تھی۔ ''عہد'' کا یہی درس ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : '' اے ایمان والو ! پورے کرو عہد '' ۱

اور دوسری جگہ پھر ارشاد ہے : ''پورے کرو عہد ہر ایک عہد کے متعلق باز پرس ہوگی'' ۲

اس پابندی عہد کا ایک باب وہ ہے جس کو ذمہ، امان اور پناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی جب جنگ جاری ہو اور کوئی مسلمان جنگجو حریف کو پناہ دے دے تو وہ محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ''اگر مشرکوں میں سے کوئی آدمی تم سے پناہ مانگے تو اُسے ضرور اَمان دو یہاں تک کہ وہ (اچھی طرح) اللہ کا کلام سن لے پھر اُسے (اپنی حفاظت میں) اُس کے ٹھکانے پر پہنچا دو۔'' ۳

آیت میں اگرچہ خطاب آنحضرت ﷺ کو ہے مگر یہ حکم آنحضرت ﷺ کے لیے مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک مسلمان کو جو شریکِ جہاد ہو یہ حق پہنچتا ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ کے اِرشاد کے بموجب مسلمہ قانون یہ ہے : ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَجُوَارُهُمْ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا اَدْنٰهُمْ ۴ ''مسلمانوں کا عہد کر لینا یا پناہ دینا ایک ہی ہے، ایک کا پناہ دینا سب کی طرف سے اور ایک کا معاہدہ کر لینا سب کا معاہدہ مانا جائے گا، سب سے کم درجہ کا مسلمان بھی پناہ دے سکتا ہے۔'' ہر مسلمان پر اس کا احترام کرنا واجب ہوگا اور احترام بھی یہ کہ اِرشاد ہوتا ہے کہ جو کوئی بھی اس میں رخنہ ڈالے گا اُس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت، اُس کے تمام کام رد، نہ اُس کا فرض قبول ہوگا نہ نفلیں قبول ہوں گی۔

عجیب یہ ہے کہ عظیم ذمہ داری جس کی خلاف ورزی پر یہ لعنت ملامت اور یہ مردودیت ہے اُس کے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ کوئی پروانہ لکھا جائے، انتہا یہ کہ یہ بھی ضروری نہیں کہ امن دینے والا امن دینے کا اِرادہ کرے، اِرادہ یا بے اِرادہ کوئی بھی لفظ ایسا نکل جائے جس کو برسرِ پیکار دُشمن کی فوج کا یہ شخص امن سمجھ لے تو وہ امن ہو جائے گا اور اب اس کا قتل کرنا جائز نہیں، یہ خون حرام ہو جائے گا اس سلسلہ میں شبہ کا فائدہ بھی مغلوب و مفتوح دشمن ہی کو ملے گا فاتح کو نہیں۔

---

۱ سورہ مائدہ : ۱ ۲ سورۂ بنی اسرائیل : ۳۴ ۳ سورۂ توبہ : ۶ ۴ بخاری شریف ص ۴۵۰

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ مشہور جرنیل اور راجہ ہرمزان جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا تو اگرچہ وہ بڑی شان و شوکت کا شاہانہ لباس پہنے ہوئے تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرشِ زمین پر اس طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ ہرمزان کو پوچھنا پڑا کہ امیر المومنین عمر کون ہیں ! مگر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کچھ سوالات کیے تو ہرمزان گھبرا گیا ! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان سے بلا اِرادہ یہ لفظ نکل گیا تَکَلَّمْ لَا بَأسَ بات کرو گھبراؤ مت، چونکہ ہرمزان متعدد بار عہد شکنی کر کے مسلمان افسروں کو قتل کر چکا تھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اُس کے قتل کا اِرادہ کر چکے تھے لیکن ہرمزان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ سے فائدہ اُٹھایا اور جیسے ہی اُسے احساس ہوا کہ قتل کا حکم صادر ہونے والا ہے اُس نے اپیل کردی کہ آپ ''لَا بَأسَ'' فرما چکے ہیں یعنی کوئی خطرہ نہیں لٰہذا ب آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے ان الفاظ کا خیال بھی نہ تھا جو بلا اِرادہ زبان سے نکل گئے تھے مگر ہرمزان نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو شہادت میں پیش کر دیا کہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے تھے۔

ایک شخص کی شہادت اسلامی قانونِ شہادت کے بموجب ناکافی ہوتی ہے اس سے کوئی دعویٰ ثابت نہیں کیا جا سکتا مگر معاملہ امن دینے اور ایک انسان کی جان بخشی کا تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ رحم دلی تھی کہ آپ نے قانونی بحث سے بالا ہو کر صرف ایک شہادت پر اعتماد کر لیا اور ہرمزان کو مامون قرار دے دیا پھر ان پر اتنی مہربانی فرمائی کہ دو ہزار سالانہ اِن کا وظیفہ مقرر فرما دیا۔[۱]

مجاہدین کی روانگی کے وقت آنحضرت ﷺ جو خاص ہدایتیں فرماتے تھے اُن میں یہ ہدایتیں بھی ہوتی تھیں: خیانت نہ کرنا، کسی عہد کی خلاف ورزی نہ کرنا، کسی کے ناک کان نہ کاٹنا، بچوں کو عورتوں کو اور دشمن کی فوج میں کام کرنے والے مزدوروں کو قتل نہ کرنا۔[۲]

عہد کی خلاف ورزی نہ کرنے کی عملی مثال یہ ہے کہ حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، قریش کے نمائندہ کی حیثیت سے قریش کی طرف سے کوئی پیغام لے کر آئے،

---

[۱] بخاری شریف ص ۴۵۰، فتح الباری ج ۶ ص ۲۱۰ [۲] مشکوۃ شریف باب القتال فی الجہاد

انہوں نے پہلے آنحضرت ﷺ کو نہیں دیکھا تھا اُس وقت جیسے ہی چہرۂ انور پر نظر پڑی آپ کی سچائی کا یقین ہوگیا ! حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ اب میں واپس نہیں جاؤں گا یہ میں نے طے کرلیا ہے ! ! آنحضرت ﷺ نے اس کو منظور نہیں فرمایا ارشاد فرمایا اِنِّیْ لَا اَخِیْسُ بِالْعَھْدِ وَلَا اَحْبِسُ الْبُرُدَ میں نہ تو عہد کی کسی قسم کی خلاف ورزی گوارا کرتا ہوں اور نہ سفیروں کو روک لینا جائز سمجھتا ہوں، اِس وقت تو آپ جائیے پھر جو بات آپ کے دل میں اب پیدا ہوئی ہے وہی پھر بھی باقی رہے تو واپس تشریف لائیے چنانچہ یہ اُس وقت واپس گئے اور دوبارہ مکہ سے آکر مسلمان ہوئے۔ [1]

اس سے بھی زیادہ سبق آموز غزوہ بدر کا واقعہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنا وعدہ پورا کرنا ضروری سمجھا اور ایفائے وعدہ کے مقابلہ پر اضافہ قوت کو گوارا نہیں کیا۔ جنگ بدر مسلمانوں کی سب سے پہلی جنگ تھی جو قریش سے ہوئی تھی، مسلمان صرف ۳۱۳ تھے نہایت شکستہ حال تھے اسلحہ بھی پورے نہیں تھے دشمن کی طاقت تین گنی تھی اور ہر طرح کے اسلحہ اور سامانِ جنگ سے مسلح تھی، اس نازک موقع پر مسلمانوں کی تعداد میں ایک دو کا اضافہ بھی ایک طرح کی فتح تھی چنانچہ حضرت حذیفہ اور اُن کے والد اِس غرض سے چلے کہ آنحضرت ﷺ کو مدد پہنچائیں اور مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شرکت کریں لیکن راستے میں دشمن کے ہاتھ لگ گئے اور اُس وقت تک رہائی نہ پاسکے جب تک یہ بیان نہیں دے دیا کہ

"ہم مدینہ جارہے ہیں لڑائی میں شریک ہونے نہیں جارہے"

ان حضرات نے اس بیان کو وقتی مصلحت سمجھا اور لڑائی میں شریک ہونے کے لیے میدان میں پہنچ گئے مگر جب آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا کہ یہ دونوں حضرات وعدہ کرکے آئے ہیں تو آپ کا فیصلہ یہ تھا کہ وعدہ پورا کرنا ضروری ہے چنانچہ ارشاد ہوا کہ

"وعدہ کی پابندی کرو ہمیں صرف خدا کی مدد درکار ہے" [2]

---

[1] ابوداؤد شریف باب فی الامام یسجن بہ فی العھد۔ مسلمان تو پہلے ہو چکے ہوں گے اور آپ نے قبول بھی فرمالیا ہوگا مگر اس کا برملا اظہار واپس آکر کیا۔ محمود میاں غفرلہٗ [2] مسلم شریف باب الوفاء بالعھد ج ۲

ایک عجیب وغریب قانون :

نہایت ہی عجیب وغریب مسلمان ججوں کے وہ فیصلے ہیں جو اُنہوں نے غیر مسلم قیدیوں کے متعلق کیے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام صاحب کا یہ مسلک نقل کیا ہے کہ اگر غیر مسلم حکومت غداری کرے اور اُن مسلمانوں کو شہید کر دے جو ان کے یہاں جنگی قیدی تھے تب بھی مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اُن کو قتل کر دیں جو اِن کے یہاں (جنگی قیدی) یرغمال ہیں، نہ اُن کو قتل کر سکتے ہیں نہ اُن کو غلام بنا سکتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے یہاں امن حاصل کیے ہوئے ہیں تو غیر مسلموں کی غداری کی وجہ سے ان کا امن ختم نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : '' کوئی شخص دوسرے کے جرم کا ذمہ دار نہیں ہوتا ''[۱]

تاریخ اسلام میں خدا جانے کتنے مقدمات اس طرح کے ہوئے ہوں گے، صرف دو مقدموں کا ذکر اِمام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کیا جن کی بنا پر یہ مسئلہ زیر بحث آیا اور عدالتی نظیر قائم ہوئی ایسا ہی ایک مقدمہ تھا جو امیر ودانقی کی عدالت میں پیش ہوا جس میں امام ابوحنیفہؒ سے مشورہ لیا گیا تو آپ نے مذکورہ بالا فتویٰ دیا، دوسرا مقدمہ اسی طرح کا امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش ہو چکا تھا اور آپ نے یہی فیصلہ دیا تھا کہ ہمارے یہاں جو غیر مسلم یرغمال ہیں اُن کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

امام صاحبؒ سے کہا گیا کہ جب دونوں حکومتوں کے باہمی معاہدہ میں یہ شرط تسلیم کر لی گئی تھی کہ اگر ایک فریق نے اپنے یہاں کے یرغمال قتل کر دیے تو دوسرا فریق بھی قتل کر دے گا تو اس شرط پر عمل کیوں نہ کیا جائے تو امام صاحبؒ کا جواب یہ تھا کہ '' یہ شرط کتاب اللہ کے اصول کے خلاف تھی اور جو شرط کتاب اللہ کے اصول کے خلاف ہو وہ باطل ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے لیے کتاب اللہ کے خلاف کسی شرط پر عمل کرنا جائز نہیں ہوتا۔[۲]

ظاہر ہے اس صورت میں یرغمال بنانا عبث اور بیکار ہوگا اور یہ شرط لغو ہو جائے گی مگر اسلامی عدالت قرآنی اصول کی روشنی میں اسلامی حکومت کے معاہدہ کو غلط اور بیکار قرار دے سکتی ہے لیکن یہ

---

[۱] سورہ انعام : ۱۶۴ [۲] شرح السیر الکبیر ص ۳۳۳ ج ۳

نہیں کر سکتی کہ انسانی جان کی حرمت کے خلاف فیصلہ صادر کرے اور جو ایک مرتبہ کسی بھی عنوان سے امن حاصل کر چکا ہے اُس کو امن سے محروم کر دے۔

تکملہ آیت :

اَلْبِرّ (نیکی) کی تعریف اور اس کی قسمیں بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے :

﴿ وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ (سُورۃ البقرۃ : ۱۷)

یعنی تنگی اور مصیبت کی گھڑی ہو یا امن اور بیماری کی حالت یا خوف و ہراس کا وقت، ہر حال میں صبر کرے، اپنے اصول پر مضبوطی سے جما رہے تو بلا شبہ ایسے ہی لوگ ہیں جو نیکی کی راہ میں سچے ہیں اور جو برائیوں سے بچنے والے اور صحیح معنوں میں متقی ہیں۔

تکملہ آیت نے اشارہ کر دیا کہ نیکی خواہ کتنی ہی اچھی بات ہو، لوگ اس کی خواہ کتنی ہی قدر کرتے ہوں اور اس کو نعمت عظمیٰ سمجھتے ہوں مگر نیکی کرنے والے کو لامحالہ مصائب کا سامنا کرنا ہوگا اور بے انتہا مشکلات برداشت کرنی ہوں گی۔ بقولِ شاعر

یہ شہادت گہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

(جاری ہے)

مخیّر حضرات سے اپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

قسط : ۱۸

تبلیغِ دین

﴿ حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا ! اِس زمانے میں اَجزائے دین میں سے اَخلاقِ حسنہ کو عوام نے اِعتقادًا اور خواص نے عمدًا چھوڑ دیا ہے اِس سے جو مفاسدِ دینیہ اور دُنیویہ پیدا ہو رہے ہیں اُس کا یہی علاج ہے کہ اِس کی تعلیم اور اِس کی تنبیہ کی جائے چنانچہ سلف نے اِس میں مختلف و متعدد کتابیں لکھی ہیں اُن سب میں جامع اور آسان تصنیف حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے ، اُن میں رسالہ ''اَربعین'' یعنی ''تبلیغ دین'' مختصر اور آسان ہے اَکابرین خصوصیت کے ساتھ اپنے مریدین کو اِس کتاب کے پڑھنے کا اِرشاد فرماتے تھے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا عاشق اِلٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کہ اُنہوں نے اِس کتاب کا اُردو ترجمہ نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظاہر اور باطن کی اِصلاح کی توفیق عطا فرمائے اور اِس کو نافع اور مقبول بنائے، خانقاہِ حامدیہ کی طرف اِسے نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (اِدارہ)

مذموم اخلاق کی تفصیل اور طہارتِ قلب کا بیان

(۸) آٹھویں اصل .... نخوت و تکبر کا بیان :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''تکبر کرنے والے کا بہت برا ٹھکانا ہے، کبریائی خاص میری چادر ہے پس جو شخص بھی اِس میں شریک ہونا چاہے گا میں اُس کو قتل کر دوں گا۔''

تکبر کی حقیقت اور آثار :

رسولِ مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ ''جس کے قلب میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔''

جو لوگ باوجود صاحبِ عزت و مال ہونے کے تواضع کرتے ہیں اور عاجزی و انکساری کے ساتھ لوگوں سے ملتے ہیں اُن کو مبارک ہو کہ اُن کے بڑے درجے ہیں اُن کی دنیا میں بھی عزت بڑھتی ہے اور آخرت میں بھی۔

تکبر کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے آپ کو صفاتِ کمالیہ میں دوسروں سے زیادہ سمجھے اور ظاہر ہے کہ جب انسان کا اپنے متعلق ایسا خیال ہوتا ہے تو نفس پھول جاتا ہے اور پھر اس کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں مثلاً راستہ میں چلتے وقت دوسروں سے آگے قدم رکھنا مجلس میں صدر مقام یا عزت کی جگہ بیٹھنا دوسروں کو نظرِ حقارت سے دیکھنا یا اگر کوئی سلام کرنے میں پیش قدمی نہ کرے تو اُس پر غصہ ہونا، کوئی اگر تعظیم نہ کرے تو ناراض ہونا، کوئی اگر نصیحت کرے تو ناک بھویں چڑھانا، حق بات معلوم ہونے پر بھی اُس کو نہ ماننا اور عوام الناس کو ایسی نگاہ سے دیکھنا جس طرح گدھوں کو دیکھتے ہیں نعوذ باللہ منہا چونکہ تکبر بڑی بڑی خباثتوں کا مجموعہ ہے اس لیے جہنم کا پورا ذخیرہ ہے۔

(۱) کبریائی :

کبریائی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص اور اُسی کی شان کو زیبا ہے پس انسان ضعیف البنیان جس کو دوسرے کا اختیار تو درکنار اپنے ہی نفس کا اختیار نہیں اِس صفتِ الٰہی میں ساتھی ہونے کی کس طرح جرأت کرسکتا ہے اور چونکہ متکبر شخص باوجود اس ذلت و ضعف کے حق تعالیٰ کی مشارکت چاہتا ہے اور اس صفتِ کمالیہ میں اُس کے ساتھ منازعت (جھگڑا) کرتا ہے اس لیے پرلے درجے کا احمق اور خبیث النفس سمجھا جائے گا۔

(۲) تکبر :

تکبر کے سبب حق بات کے انکار کی نوبت آتی ہے جس سے دینی سعادت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے

اور متکبر اللہ کی مخلوق کو بہ نظرِ حقارت دیکھنے لگتا ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کو بہت ناگوار ہے۔

کسی اطاعت اور کسی معصیت کو معمولی و حقیر نہ سمجھو :

کان لگا کر سنو ! ایک بزرگ کی نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کو اپنی طاعت میں چھپا رکھا ہے لہٰذا کسی عبادت کو کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو حقیر نہ سمجھو کیا خبر ہے کہ اُس کی رضامندی اِس میں چھپی ہوئی ہو اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی ناراضگی اور غصہ کو معصیت میں چھپا دیا ہے پس کسی معصیت کو کیسی ہی ذرا سی کیوں نہ ہو کبھی معمولی نہ سمجھو کیا خبر ہے شاید اِسی میں اُس کی ناراضگی و غصہ چھپا ہوا ہو اور اسی طرح اپنی ولایت و قرب کو اپنے بندوں میں مخفی رکھا ہے لہٰذا کسی بندہ کو کیسا ہی گناہگار کیوں نہ ہو کبھی حقیر نہ سمجھو کیا خبر کہ شاید یہی بندہ اللہ کا ولی ہو اسی عمل میں اُس کی رضامندی ہو جس کا ظہور اس کے انتقال کے وقت دفع ہو جائے۔

(۳) تکبر نفس :

تکبر نفس کوئی پسندیدہ وصف حاصل نہیں کرنے دیتا، تکبر کرنے والا شخص تواضع سے محروم رہتا ہے، حسد اور غصہ کو دُور کرنے پر قادر نہیں ہوتا، ریاکاری کا ترک اور نرمی کا برتاؤ اس کو دشوار ہوتا ہے کسی مسلمان بھائی کی خیرخواہی اس سے ہو نہیں سکتی، غرض اپنی عظمت اور بڑائی کے غرہ (غرور) میں مست اور بہمہ صفت موصوف ہونے کے خیالِ باطل میں ناصح کی نصیحت سے مستغنی اور نفس امارہ کی اصلاح سے بالکل محروم رہتا ہے۔

کبر کا علاج :

جب تک یہ بدخصلت دفع نہ ہو جائے آئندہ بھی اس کی اصلاح کی توقع نظر نہیں آتی لہٰذا اس کے علاج میں جلدی کرنی چاہیے۔

اوّل تو یہی سوچنا چاہیے کہ ہماری حقیقت اور اصلیت کیا ہے ؟ ظاہر ہے کہ ابتدا تو نجس اور ناپاک منی کا قطرہ ہے اور اِنتہا مردار لوتھڑا اور کیڑے مکوڑوں کی غذا، اب رہی متوسط حالت کہ جس کا نام

زندگی اور حیاتِ دنیا ہے سو اِس کی حالت یہ ہے کہ منوں نجاست پیٹ میں بھری ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ﴾ کہ انسان محض معدوم شے تھا اور اس قابل ہی نہ تھا کہ ذکر و بیان میں آسکے، اس کے بعد مٹی بنا اور پھر نطفہ ہوا پھر مضغہ گوشت بنا نہ کان تھے نہ آنکھ اور نہ حیات نہ طاقت اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے دیا مگر اس پر بھی بیسیوں امراض کا ہر وقت نشانہ بنا ہوا ہے، بھوک پیاس کا محتاج جدا ہے اور ذرا سی تکلیف میں بیکار ہو کر بیٹھ جاتا ہے کسی شے کا علم چاہتا ہے مگر نہیں ہو سکتا، نفع حاصل کرنا چاہتا ہے مگر نقصان ہو جاتا ہے کوئی لحظہ موت سے امن نہیں اللہ جانے جس وقت بیمار ہو جائے کس وقت عقل چھن جائے کس وقت کوئی عضو بیکار ہو جائے اور کسی وقت رُوح پرواز کر جائے پھر انجام کار موت کا شکار اور اس کے بعد تنگ و تاریک گھاٹیوں کا سامنا ہونا ہے حساب کتاب حشر و نشر پیش آنے ہیں، جنت دوزخ میں دائمی زندگی کا فیصلہ اور شہنشاہی فرمان کا صادر ہونا، بھلا تم ہی بتاؤ کہ ایسے گرفتار مصیبت اور ذلیل و ناکارہ غلام کو زبردست قدرت والے جبار وقہار شہنشاہ کی ہمسری کا خیال کیونکر زیبا ہو سکتا ہے ؟ جس شخص کی یہ حالت ہو کہ اگر نجاست اس کے ہاتھ کو لگے تو تین تین مرتبہ دھوئے اور پھر اسی نجاست کو ہر وقت پیٹ میں لیے پھرے اس کو تکبر کرنا کسی طرح بھی زیب نہیں دیتا۔

عموماً چار باتوں میں انسان کو تکبر ہوتا ہے : علم ، تقوی ، حسب و نسب اور مال و جمال چونکہ ہر ایک کا علاج علیحدہ ہے لہٰذا ہم ہر مضمون کو مفصل جدا جدا بیان کرتے ہیں۔

عالِم کے تکبر کے اسباب :

(۱) علم :

تکبر کا پہلا سبب علم ہے، علماء تکبر سے بہت کم خالی ہوتے ہیں کیونکہ علم کے برابر کسی چیز کی فضیلت نہیں ہے لہٰذا اس کو حاصل کر کے دو خیال پیدا ہو جاتے ہیں۔

اوّل : یہ کہ ہمارے برابر اللہ کے یہاں دوسروں کا رُتبہ نہیں ہے۔

دوم : یہ کہ لوگوں پر ہماری تعظیم واجب اور ضروری ہے پس اگر لوگ تواضع کے ساتھ پیش نہ آویں تو ان کو تعجب ہوا کرتا ہے۔

متکبر کا علم جہلِ مرکب ہے :

پہلا تکبر دینی تکبر ہے ، دوسرا تکبر دُنیوی تکبر ہے۔

ایسے عالم کو جاہل کہنا چاہیے کیونکہ علم کا منشا تو یہ تھا کہ انسان اپنے شریر نفس کی حقیقت اور پروردگار جل جلالہٗ کی عظمت کو معلوم کرتا اور سمجھتا کہ خاتمہ کا اعتبار ہے اور اس کا حال کسی کو معلوم نہیں پس جو شخص اپنے آپ کو قابلِ عظمت سمجھے ہوئے ہو تو گویا وہ اپنی اصلیت سے ناواقف اور خاتمہ کے اندیشہ سے بے خوف ہے اور یہ بڑی معصیت ہے کیونکہ جاہل شخص اگر کسی گناہ کے ارتکاب میں اپنی ناواقفیت کی وجہ سے معذور سمجھا جائے تو کچھ عجب نہیں مگر عالم چونکہ جان بوجھ کر معصیت کر رہا ہے اس لیے وہ معذور نہیں ہو سکتا چنانچہ سب جانتے ہیں کہ قانون دان شخص کا جرم لوگوں کے جرم سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، پس تعجب ہے کہ عالم ہو کر جاہل بن گیا اور باوجود اِس کے اپنی جہالت سے بے خبر ہے اِسی کا نام جہل مرکب ہے۔

یاد رکھو کہ جس علم سے تکبر پیدا ہو وہ علم جہل سے بھی بدتر ہے کیونکہ حقیقی علم انسان کو جتنا بھی زیادہ حاصل ہوگا اُسی قدر اُس کا خوف اور خشیت بڑھے گا اللہ تعالیٰ نے تو اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کو یہ حکم فرمایا ہے کہ اپنے متبع مسلمانوں کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔ رسولِ مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر وہ اُن کی زبان پہ ہی رہے گا حلق سے نیچے نہ اُترے گا اور نہ قلب تک اُس کا اثر پہنچے گا، لوگوں سے کہیں گے کہ ہم قاری ہیں ہم عالم ہے ہمارے برابر دوسرا نہیں، سن لو کہ یہ لوگ دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔

سلف صالحین کے حالات دیکھو ایک مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نماز میں امام بنے اور سلام پھیر کر کہنے لگے کہ صاحبو اپنے لیے کوئی دوسرا امام تلاش کر لو یا علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ لیا کرو میں امامت کے لائق نہیں ہوں کیونکہ اِس وقت میرے نفس میں یہ خطرہ آیا کہ چونکہ میرے برابر ساری جماعت میں کوئی شخص نہ تھا لہٰذا مجھ کو اِمام تجویز کیا گیا۔

یاد رکھو کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو یہ ضروری نہیں کہ اُس کا خاتمہ بخیر ہی ہو جائے اور کیسا ہی جاہل کیوں نہ ہو یہ یقین نہیں ہے کہ اُس کا انجام بخیر نہ ہو اور بری حالت میں ہو، جب عالم ہو کر اتنا سمجھتے ہو تو پھر تکبر کس بنا پر کرتے ہو کیا علم پر عمل کرنا تم پر فرض نہیں ہے ؟ حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن عالم کو لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا اُس کی آنتیں اس کے گرد گھومتی ہوں گی جس طرح چکی کے گرد گدھا گھومتا ہے یا کولہو کا بیل چکر لگاتا ہے لوگ تعجب کے ساتھ پوچھیں گے کہ آپ یہاں کیسے آئے ؟ وہ کہے گا کہ میں اپنے علم پر عمل نہ کرتا تھا مگر اپنی خبر نہ لیتا تھا اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ اے اللہ ہم کو اِس سے محفوظ رکھ۔

دیکھو اللہ تعالیٰ نے بلعم باعور[۱] کو جو بڑا زبردست عالم تھا اُس کتے کی مثل فرمایا ہے جو زبان باہر نکال دے اور علمائے یہود کو گدھا فرمایا ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہیں اور یہ اسی لیے کہ وہ شہوتِ نفسانی میں گرفتار تھے تکبر کرتے تھے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتے تھے دوسرے کو نصیحت کرتے تھے اور خود غافل تھے۔

پس ان احادیث اور واقعات میں خوب غور کرو گے تو تکبر جاتا رہے گا اور اِس پر بھی نہ جائے تو سمجھو کہ بے فائدہ علوم یعنی منطق و فلسفہ اور مناظرہ وغیرہ کے پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہنے کا ثمرہ ہے اور یا اپنی خباثت باطنی کا اثر ہے کہ اس کی وجہ سے دوا نفع نہیں دیتی بلکہ اُلٹا ضرر بڑھاتی ہے پس اِن کے اثر کو کم کرنے کی کوشش کرو۔

---

[۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا ایک عالم

(۲) تقوی :

تکبر کا دوسرا سبب تقوی اور زُہد ہے چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ عابد بھی اکثر تکبر کرنے لگتا ہے اور بعض کی تو یہاں تک حالت ہو جاتی ہے کہ لوگوں کو ایذا پہنچانے کو اپنی کرامت سمجھنے لگتے ہیں مثلاً اگر کسی شخص سے ان کو ایذا پہنچے تو جھلا کر کہتے ہیں کہ دیکھتے رہو اللہ تعالیٰ اس کو کیسی سزا دیتا ہے اس نے ہم پر ظلم تو کیا مگر عنقریب سزا بھی ایسی ملے گی کہ یاد ہی رکھے گا، اس کے بعد اگر تقدیر سے وہ شخص بیمار پڑ گیا یا مر گیا تو اپنے دعوی کا ثبوت بھی پیش کرتے اور خوش ہو کر کہتے ہیں کہ دیکھا اللہ کے فقیر بندوں کو ایذا دینے کا کیسا نتیجہ رہا۔ اس احمق سے کوئی پوچھے کہ کافروں نے انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کو ہزار ہا ایذائیں پہنچائیں مگر کسی نے بھی انتقام کا فکر نہیں کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ ایذا دینے والے کفار مشرف بایمان ہو گئے اور دنیا و آخرت کی بہبودی سے دامنوں کو بھر لیا، اگر حضراتِ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام اپنے دشمنوں سے انتقام لیتے یا ان کا مرجانا چاہتے تو بھلا اللہ کی مخلوق کیونکر ہدایت پاتی، کیا کوئی عابد ولی کسی نبی سے بڑھ سکتا ہے اَسْتَغْفِرُاللّٰہْ عابد کو ہر شخص کے سامنے تواضع کرنی چاہیے۔

تقوی سے تکبر پیدا ہونے کا علاج :

مثلاً کسی عالم گنہگار کو دیکھے تو اُس کے سامنے علم کی وجہ سے جھک جائے اور اُس کے گناہ کا خیال نہ کرے کیونکہ علم کی بڑی فضیلت ہے اور جاہل فاسق کو دیکھے تو یوں سمجھے کہ کیا خبر ہے شاید اس کی باطنی حالت مجھ سے بدرجہا بہتر ہو اور اِس میں کوئی ایسی محمود صفت ہو جو اِس کے ظاہری گناہوں کو چھپا لے اور میرے اندر کوئی ایسی خباثت ہو جس کے باعث میری ظاہری عبادتیں بھی حبط (مٹ جائیں) ہو جاویں سو اللہ تعالیٰ تو قلوب دیکھتا ہے صورت کو نہیں دیکھتا اور کسی کے قلب کا حال سوائے علام الغیوب کے دوسرے کو معلوم نہیں پھر تکبر کیسا علاوہ اس کے یہ کہ خود تکبر بھی تو ایک باطنی خباثت ہے پس اپنی حالت کا بدتر ہونا تو خود ظاہر ہو گیا کہ اپنے اندر تکبر موجود ہے اور وہ شخص جو فاسق نظر آ رہا ہے تکبر سے خالی ہے۔

بنی اسرائیل میں ایک فاسق شخص ایک مرتبہ ایک عابد کے پاس اِس نیت سے آ بیٹھا کہ اللہ تعالیٰ اِس کی برکت سے مجھ پر رحم فرمادے گا، اس کو پاس بیٹھا دیکھ کر عابد اپنے دل میں کہنے لگا کہ مجھے اس سے نسبت کیا ؟ کہاں یہ اور کہاں میں ! اس کے بعد اُس سے کہا کہ جاؤ دُور ہو، اُسی وقت اُس زمانہ کے پیغمبر پر وحی نازل ہوئی کہ اِن دونوں سے کہہ دو کہ اَز سرِنو عمل کریں کہ پہلا کیا کرایا برا تھا یا بھلا دونوں کا حبط کر دیا گیا کہ فاسق کے گناہ محو ہو گئے اور عابد کی نیکیاں مٹ گئیں اب آئندہ جیسا کریں گے ویسا بھریں گے۔

اسی طرح ایک گستاخ شخص ایک عابد کی گردن پر سجدہ کی حالت میں آ سوار ہوا واللہ دفع ہو اللہ تیری کبھی مغفرت نہیں کرے گا، اُسی وقت الہام ہوا بلکہ اے متکبر تیری مغفرت کبھی نہ ہوگی کیا میری مغفرت تیرے ہاتھ میں ہے کہ قسم کھا کر پختگی کے ساتھ ہمارے ایک بندہ کو اُس سے نا اُمید بناتا ہے۔

حضرت عطا سلمیؒ باوجود نہایت درجہ متقی اور عابد وزاہد ہونے کے جب کبھی تیز ہوا چلتی یا بادل گرجتا تو یوں فرمایا کرتے تھے کہ مجھ بدنصیب کی وجہ سے لوگوں پر مصیبت نازل ہوتی ہے پس اگر عطا مرجائے تو اِن مصیبتوں سے لوگوں کو خلاصی مل جائے۔ دیکھو اِس اخلاص اور کثرت عبادت پر اُن کو کس قدر تواضع اور اللہ کا خوف تھا اور اِس زمانہ میں تو یہ حالت ہے کہ دو چار ظاہری اعمال پر نازاں ہوتے اور اللہ تعالیٰ پر احسان جتاتے اور اُس کی حکومت وسلطنت جبروتی کی باگ اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے ہیں کہ کسی کو ماریں کسی کو جلائیں حالانکہ ان عبادتوں میں ریا وسمعہ (دکھاوا اور شہرت) کا احتمال جدا ہے اور انجام وخاتمہ کا خطرہ الگ۔

(۳) حسب ونسب :

تکبر کا تیسرا سبب حسب ونسب ہے کہ اپنے آپ کو شریف اور عالی خاندان سمجھ کر تکبر کرتے ہیں۔

حسب ونسب پر تکبر ہونے کا علاج :

اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے نسب میں غور کرو کہ وہ کیا چیز ہے ؟ ظاہر ہے کہ ہر شخص کا نسب اس کے باپ کا ناپاک نطفہ اور ذلیل مٹی ہی تو ہے کہ ہر شخص اِسی سے پیدا ہوا ہے پس دوسروں کے خصائل اور غیروں یعنی باپ دادا کی خوبیوں پر ناز کرنا کیسی غلطی کی بات ہے اگر آباؤ اجداد کو گویائی مرحمت ہو تو یقیناً وہ بھی کہیں گے کہ صاجزادے ! دوسروں کے محاسن پر فخر کرنے والا تو کون ؟ ان کے پیشاب کا کیڑا ہے جنہوں نے قابلِ فخر کام کیے تھے پس پیشاب کے کیڑے اور ناپاک نطفہ کو تو اپنی اصلیت دیکھنی چاہیے نہ کہ آباؤ اجداد کے قابلِ تعریف اور بہادرانہ کام کہ میرے باپ دادا ایسے بہادر تھے اور دادا ایسے سخی تھے۔

پھر اگر دنیاداروں کے نسب پر تکبر اور فخر کیا جائے تب تو حماقت کا کچھ ٹھکانہ ہی نہیں کیا خبر ہے کہ وہ نسب والے کہاں گئے ممکن ہے کہ جہنم کا کوئلہ بن گئے ہوں اور آرزو کرتے ہوں کہ کاش کتے اور سور پیدا ہوتے تاکہ اِس مصیبت سے نجات ملتی پس ان کی حالت تو اتنی اندیشہ ناک اور ان کے صاجزادے دنیا میں ان کی اولاد ہونے پر ناز کریں اور اگر دینداروں کے نسب پر فخر وناز ہو کہ ہم ایسے شیخ اور ولی کی اولاد میں ہیں تو اِس تکبر میں دوسری حماقت ہے کیونکہ اُن کو جو کچھ عزت اور شرف حاصل ہوا تھا وہ اُن کی دینداری اور تواضع کی بدولت ہوا تھا سو جب وہ اپنی دینداری پر خود ہی متکبر نہ تھے تو اُن کی اولاد کس عزت وشرافت پر تکبر کرتی اور اُن کی ناخلف اولاد قرار پاتی ہے، دیندار آباؤ اجداد کا تو یہ حال تھا کہ وہ بعض وقت انجام وخاتمے کے خوف سے لرز اُٹھتے اور یہ تمنائیں کیا کرتے تھے کہ کاش گھاس ہوتے کہ کوئی جانور چر لیتا کاش پرندہ ہوتے کہ کوئی شکاری جانور یا انسان کھالیتا بھلا جن کو علم وعمل دونوں حاصل تھے وہ تو تکبر سے کوسوں بھاگتے تھے اور تم باوجودیکہ دونوں صفتوں سے بے بہرہ ہو کر محض اُن کی اولاد ہو کر نسب پر فخر کرتے اور متکبر بنے جاتے ہو۔

(۴) مال اور جمال پر تکبر اور اس کا علاج :

تکبر کا چوتھا سبب مال اور جمال ہے کہ آدمی اپنے مال یا حسن پر فخر کرتا ہے سو اِن چیزوں پر بھی تکبر کرنا حماقت ہے، بھلا مال جیسی ناپائیدار چیز کہ ڈاکہ پڑ جائے تو سب جاتا رہے اسی طرح جمال جیسی عارضی چیز کہ مہینے بھر بخار آئے تو سارا حسن و جمال خاک میں مل جائے اور چیچک نکل آئے تو صورت کا رُوپ بدل جائے فخر کے قابل کس طرح ہو سکتے ہے، حسین صورت اگر اندرونی نجاستوں میں غور کرے تو اپنے ظاہری جمال پر کبھی فخر نہ کرے۔

یاد رکھو کہ جس حسن و جمال کو بناوٹ اور آرائش کی حاجت ہے وہ ہرگز فخر کے قابل نہیں ہے اگر ہر ہفتہ غسل نہ کیا جائے تو دیکھ لو بدن کے رنگ و بو کا کیا حال ہوتا ہے، سنک، تھوک، بول و براز جیسی نجاستوں سے سارا بدن بھرا ہوا ہے پھر بھلا نجاست کے ڈھیر اور غلاظت کے کوڑے کو کیا زیبا ہے کہ اپنے آپ کو صاحبِ جمال سمجھے اور اِس پر نازاں اور متکبر ہو۔ (جاری ہے)

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (اِدارہ)

قسط : ۹

فضائلِ مسجد

حضرت مولانا صدرالدین صاحب انصاری ، انڈیا
تلمیذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ

۞۞۞

مسجدوں میں بچوں کو لے جانا :

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ جَنِّبُوا مَسَاجِدَکُمْ صِبْیَانَکُمْ وَ مَجَانِیْنَکُمْ وَ شِرَاءَ کُمْ وَ بَیْعَکُمْ وَ خُصُومَاتِکُمْ وَ رَفْعَ اَصْوَاتِکُمْ وَ اِقَامَةَ حُدُوْدِکُمْ وَ سَلَّ سُیُوْفِکُمْ وَاتَّخِذُوْا عَلٰی اَبْوَابِهَا الْمَطَاهِرَ. ؁۱

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنی مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں سے بچایا کرو، ان میں خرید وفروخت، لڑائی جھگڑا اور شور وغل نہ کیا کرو، ان میں حدود قائم نہ کیا کرو، تلواریں نہ سونتا کرو اور ان کے دروازوں پر طہارت خانے بنواؤ۔''

گمشدہ چیز مسجد میں تلاش کرنا :

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ سَمِعَ رَجُلًا یَنْشُدُ ضَالَّةً فِی الْمَسْجِدِ فَلْیَقُلْ لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَیْكَ فَاِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا. ؁۲

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو آدمی مسجد میں کسی شخص کو کسی گمشدہ چیز کی تلاش کرتا ہوا سنے تو سننے والے کو کہنا چاہیے کہ اللہ کرے تجھے وہ چیز نہ ملے کیونکہ مسجدیں اس کام کے لیے نہیں بنائی گئیں۔''

؁۱ سُنن ابن ماجه كتاب المساجد و الجماعات باب ما يكره فى المساجد رقم الحديث ۷۵۰
؁۲ مشكوة شريف كتاب الصلاة باب المساجد و مواضع الصلاة رقم الحديث ۷۰۶

مسجد میں خرید وفروخت کی ممانعت :

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْب عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَھٰی عَنِ الشَّرَاءِ وَالْبُیْعِ فِی الْمَسْجِدِ وَ اَنْ تُنْشَدَ فِیْہِ ضَالَّۃٌ وَیُنْشَدَ فِیْہِ شَعْرٌ (ابو داوٗد ص ۹۳)

''حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد صاحب کے واسطے سے اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مسجد میں خرید وفروخت کرنے ، گمشدہ چیز کو تلاش کرنے اور شعر پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔''

فائدہ : ان تینوں حدیثوں میں مسجد کا احترام کرنے کی تاکید ہے ، چھوٹے چھوٹے بچے اگر مسجدوں میں لائے جائیں گے تو وہاں گندگی پھیلائیں گے کوئی پیشاب کرے گا کوئی پاخانہ ، اسی طرح پاگل کو بھی کوئی تمیز نہیں ہوتی وہ اچھی بری بات میں فرق نہیں کر سکتا ، ہو سکتا ہے کہ مسجد میں کوئی گندگی پھیلائے کسی قسم کا نقصان پہنچائے ، کسی سے لڑ بیٹھے ، شور مچائے اور کسی قسم کی نامناسب حرکت کر بیٹھے جو مسجد کے احترام کے خلاف ہو ، مسجد میں شور مچانا بہت بری بات ہے۔ حضرت سائب بن یزید کی حدیث آگے آرہی ہے جس میں حضرت عمرؓ نے دو آدمیوں کو مسجد میں بلند آواز سے بولنے پر سخت تنبیہ فرمائی۔

اسی طرح مسجدیں چوپال نہیں ، کلب یا جلسہ گاہیں نہیں ہیں کہ وہاں آپ اپنی دنیا بھر کی ضرورتیں شروع کر دیں ، نماز کی طرف تو کوئی توجہ نہ ہو ، علم وذکر کی کوئی پرواہ نہ ہو مگر گمشدہ چیزوں کی تلاش کے لیے اعلان شروع کر دیں یہ بہت بری بات ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ مسجد ایسے کاموں کے لیے نہیں بنائی گئیں بلکہ آپ نے اس قدر تاکید فرمائی کہ اگر کوئی مسجد کی اس طرح بے حرمتی کرے تو اُس کو یہی کہو کہ تجھ کو وہ چیز ہی نہ ملے۔

البتہ اگر کسی کی کوئی چیز مسجد میں ہی رہ گئی ہو تو اس کے لیے علماء نے لکھا ہے کہ ایسی چیز کو مسجد میں لوگوں سے مسجد کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے دریافت کر سکتا ہے اور مسجد میں اعلان بھی کر سکتا ہے۔

مسجد میں خرید وفروخت کرنا یا شعر وشاعری کی آزاد مجلسیں جمانا بالکل ناجائز ہے مسجدیں اللہ کے ذکر اور علمِ دین کے لیے ہیں کوئی تجارتی منڈی نہیں مسجد تو آخرت کا بازار ہے دنیا کا بازار نہیں ،

یہاں خرید وفروخت کا مطلب تو یہ ہوجائے گا کہ دنیا کی چیزوں کا رتبہ آخرت کی نعمتوں سے بڑا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہاں آخرت کی نعمتیں ملتی ہیں اور ہم ان کو چھوڑ کر دُنیوی گندگیاں لینے لگیں۔

اشعار کے معاملہ میں آج کل لوگ بڑی زیادتی کرتے ہیں اور چونکہ بعض روایات میں حضور ﷺ کا مسجد میں اشعار سننا آیا ہے اس لیے اس کو حجت بنا کر مسجدوں کو شعر وشاعری کا ایسا اکھاڑا بنا دیتے ہیں کہ خدا کی پناہ، یہ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے کہ کیسے اشعار کی مخالفت ہے اور کیسے جائز ہیں اور جواز کی شرطیں کیا ہیں، حضور ﷺ کے زمانے میں اوّل تو صحابہ خود ہی ہر چیز کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ ہم تصور بھی نہیں کر سکتے، بس ایک مرتبہ ان کو حضور ﷺ کی منشاء کا علم ہو بس پھر دنیا کی کوئی طاقت نفس کا کوئی جذبہ اُن کو حضور ﷺ کی منشاء کے خلاف کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔

دوسرے یہ کہ فقہاء نے حضور ﷺ کے اقوال وافعال کو پڑھ کر مسجد میں نصیحت ووعظ یا نعتیہ اشعار پڑھنے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ مسجد کی بے حرمتی نہ ہو، نمازیوں اور ذکر وشغل کرنے والوں کو اس سے تکلیف نہ ہو آج کل جیسی طوفانِ بے تمیزی مچانے کی ہرگز اجازت نہیں جس سے مسجد نہیں رہتی بزمِ نغمہ وطرب بن جاتی ہے۔

حدود نہ قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مجرموں کی شرعی سزائیں مسجدوں میں نہ دیا کرو کہ یہ بھی اللہ کے گھر کے احترام کے خلاف ہے دروازوں پر طہارت خانہ بنایا کرو، یعنی وضو واستنجاء کا انتظام اس جگہ سے جہاں نماز ہوتی ہے اتنا الگ ہو کہ مسجد کی بے حرمتی نہ ہو اور کسی گندگی یا ناپاکی کے مسجد میں منتقل ہونے کا احتمال نہ ہو۔

مسجد میں شور وغل مچانے کی ممانعت :

عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ رضی اللہ عنہ قَالَ کُنْتُ نَائِمًا فِی الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِیْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَاِذَا ھُوَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ فَقَالَ اِذْھَبْ فَأْتِنِیْ بِھٰذَیْنِ فَجِئْتُہٗ بِھِمَا فَقَالَ مِمَّنْ اَنْتُمَا اَوْ مِنْ اَیْنَ اَنْتُمَا ؟ قَالَا مِنْ اَھْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ کُنْتُمَا مِنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَةِ لَاَوْجَعْتُکُمَا تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَکُمَا فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ. (مشکوۃ شریف رقم الحدیث ۷۴۴)

''سائب ابن یزیدؓ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں سو رہا تھا کہ ایک آدمی نے مجھے کنکری ماری میں نے دیکھا تو حضرت عمر بن خطابؓ تھے آپ نے مجھ سے فرمایا جاؤ ان دونوں آدمیوں کو میرے پاس لے کر آؤ میں انہیں بلا لایا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا تم کہاں کے ہو ؟ انہوں نے جواب دیا طائف کے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تم اسی شہر کے ہوتے تو میں تم کو مزہ چکھاتا تم رسول اللہ ﷺ کے مسجد میں شور مچا رہے تھے۔ (باتیں کرنے میں آوازیں بلند کر رہے تھے۔)''

چونکہ یہ حضرات مقامی نہ تھے بلکہ باہر سے آئے ہوئے مہمان تھے حضور ﷺ کی خدمت میں زیادہ رہنے کا اتفاق نہ ہوا ہوگا اس لیے حضرت عمرؓ نے صرف تنبیہ فرما کر چھوڑ دیا یا مہمان ہونے کی وجہ سے رعایت کی۔ مسجد کے احترام میں بعض بزرگوں سے تو یہ بھی منقول ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے ان پر خوف کی وجہ سے کپکپی طاری ہو جاتی تھی کہ خانہ خدا میں جا رہے ہیں کوئی بے ادبی نہ ہو جائے۔

حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیہاتی اور ناواقفیت آدمیوں سے فوراً سخت برتاؤ نہیں کرنا چاہیے بلکہ نرمی سے پہلے ان کو سکھانا چاہیے حضور اقدس ﷺ کی مبارک مجلس میں دیہاتی حضرات بسا اوقات اپنی سادگی سے ایسی باتیں کہہ دیتے تھے یا ایسی حرکتیں کر گزرتے جو تربیت یافتہ صحابہ کو بہت ناگوار گزرتیں مگر حضور ﷺ تحمل فرماتے۔

مسجد میں صاف ستھرا ہو کر جانا :

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ اَکَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصْلًا فَلْیَعْتَزِلْنَا اَوْفَلْیَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا متفق علیه وفی روایة لمسلم مَنْ اَکَلَ الْبُصْلَ وَالثُّوْمَ وَالْکُرَّاثَ فَلَا یَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَاِنَّ الْمَلٰئِکَةَ تَتَاَذّٰی مِمَّا یَتَاَذّٰی مِنْهُ الْاِنْسُ.

''حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص پیاز یا لہسن کھائے اُس کو چاہیے کہ ہم سے (یا فرمایا) ہماری مسجد سے جدا رہے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ جو پیاز لہسن کھائے اُس کو چاہیے کہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے

کیونکہ فرشتوں کو بھی اِن چیزوں سے اذیت ہوتی ہے جن سے انسانوں کو اذیت ہوتی ہے۔''

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ اَنَّہٗ خَطَبَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِیْ خُطْبَتِہٖ ثُمَّ اِنَّکُمْ اَیُّھَا النَّاسُ تَاْکُلُوْنَ شَجَرَتَیْنِ لَا اَرَاھُمَا اِلَّا خَبِیْثَیْنِ الْبَصْلَ وَالثُّوْمَ لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ اِذَا وَجَدَ رِیْحَھُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِی الْمَسْجِدِ اَمَرَبِہٖ فَاُخْرِجَ اِلَی الْبَقِیْعِ فَمَنْ اَکَلَھُمَا فَلْیُمِتْھُمَا طَبْخًا. (مسلم شریف)

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ جمعہ کا خطبہ دیا تو اس میں کہا اے لوگو تم ایسے دو درخت کھاتے ہو جو میرے نزدیک گندے ہی گندے ہیں، لہسن اور پیاز۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ کو اِن دونوں چیزوں کی بدبو کسی سے آتی تھی تو آپ اُس کو باہر بقیع میں نکلوا دیا کرتے تھے اس لیے جو بھی اِن کو کھانا چاہے اُس کو چاہیے کہ اِن کو پکا کر اِن کی بدبو کو مار دے۔''

(جاری ہے)

قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی اِرسال فرما دیں اور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

اصلاحی مقالات سلسلہ نمبر۳ قسط:۴، آخری

توبہ کرنے کا حکم اور توبہ کا طریقہ

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ ﴾

چند غور طلب اُمور :

(۱) جس کسی نے اپنا مال تھوڑا ہو یا بہت خواہ کسی بھی جنس سے ہو کسی کے پاس حفاظت کے لیے رکھ دیا یہ مال اُس کے پاس امانت ہے اسے خوب اچھی طرح حفاظت سے رکھے اور امانت رکھنے والا جب مانگے تو دیدے اگر دینے سے انکار کردیا اور وہ ہلاک ہوگیا تو اس کا ضمان لازم آتا ہے۔

(۲) امانت کی چیز اگر خرچ کرلے یا ہلاک کردے تب بھی ضمان لازم ہوگا۔

(۳) اگر کوئی شخص کسی سے ''عاریۃً'' (مانگنے کے طور پر) کوئی شے لے پھر ہلاک کردے تو اس کا بھی ضمان لازم ہوگا۔

(۴) اگر کوئی مہمان یا گاہک گھر یا دُکان پر اپنی کوئی چیز بھول جائے تو وہ امانت ہے اس کا خرچ کرلینا جائز نہیں، صاحبِ مال کے آنے کا انتظار کرے اور آنے جانے والوں سے تلاش بھی کروائے اور پتہ چلوائے کہ یہ شخص کہاں ہے ؟ جب نااُمیدی ہوجائے تو اس کی طرف سے صدقہ کرے لیکن اگر وہ کبھی آگیا اور صدقہ پر راضی نہ ہو تو اس کی قیمت ادا کرنا واجب ہوگا اور صدقہ اپنی طرف سے ہوجائے گا۔

(۵) اگر کوئی شخص کوئی گری پڑی چیز کہیں پالے تو مالک کو پہنچانے کی نیت سے اُٹھا سکتا ہے اور اگر ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اُٹھانا واجب ہے، اُٹھا لینے کے بعد اعلان کرے کہ کسی کی کوئی چیز گری پڑی ہو تو لے لے، جس جگہ چیز ملی ہے اُس کے قریب جو آبادیاں ہوں اُن میں علان کرے اور اتنا عرصہ اعلان کرے کہ یقین ہوجائے کہ اب مالک نہیں آئے گا اس کے بعد مالک کی طرف سے

مستحقینِ زکوة کو صدقہ کر دے اگر خود صاحبِ نصاب نہیں تو اپنے اُوپر بھی خرچ کر سکتا ہے لیکن ہر صورت میں اگر صاحبِ مال آگیا تو مال کی قیمت ادا کرنا لازم ہوگا اور صدقہ کا ثواب صدقہ کرنے والے کو مل جائے گا، جب کوئی چیز اُٹھائے تو گواہ بنالے کہ حفاظت کرنے کے لیے اور اِس کو مالک تک پہنچانے کے لیے اُٹھا رہا ہوں اگر اس جگہ گواہ نہ ملیں تو آبادی میں پہنچ کر گواہ بنالے کہ یہ چیز میں مالک تک پہنچانے کے لیے اُٹھا لایا ہوں اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ لوگ چوری کرنے یا غضب کرنے کی تہمت نہ رکھیں گے، اگر کوئی ایسی چیز پڑی ملی یا کوئی شخص دُکان یا گھر پر چھوڑ کر چلا گیا جو زیادہ دیر تک باقی نہیں رہ سکتی جب خراب ہونے لگے تو اس کو صدقہ کر دے زیادہ انتظار کی ضرورت نہیں البتہ اس سے پہلے اعلان جاری رکھے۔

(۶) اگر کوئی شخص قرض دے کر بھول جائے یا لحاظ کی وجہ سے طلب نہ کرے یا گواہ نہ ہونے کی وجہ سے دعوی نہ کر سکے یا کسی بھی طرح کسی کی کوئی چیز اپنے قبضہ میں آجائے اور صاحبِ مال کو اِس کا علم نہ ہو تب بھی اس کو پہنچانا اور ادا کرنا واجب ہے۔

(۷) حکومتوں کے قانون کی آڑ لے کر کسی کا حصہ میراث دبا لینا حرام ہے نیز جسے شرعًا حصہ نہ پہنچتا ہو اُس کو کسی حکومت کے قانون کی وجہ سے حصہ لینا بھی حرام ہے (مثلاً پوتے کو چچا کی موجودگی میں دادا کی میراث شرعًا نہیں پہنچتی مگر جو حکومتیں شریعت کے خلاف چلتی ہیں وہ دلا دیتی ہیں ان کے دلانے سے لے لینا حلال نہ ہوگا)۔

(۸) اگر کوئی شخص وفات پا گیا اور اُس کا کوئی قرض کسی کی طرف ہے یا مرنے والے کا اور کوئی مال کسی طرح قبضہ میں آیا ہوا ہے مثلاً اُس نے امانت رکھی تھی یا چوری کر کے اس کا مال لے لیا تھا یا غضب کر کے لیا تھا تو وارثوں تک اس کا پہنچانا فرض ہے جیسا کہ اُس کی زندگی میں خود اُس کو دینا فرض تھا۔

(۹) اوقاف کے مال اور عمارات سب امانت ہوتے ہیں وقف کرنے والوں کی شرطوں کے خلاف تصرف کرنا خیانت ہے بہت سے لوگ جن کا اوقاف پر قبضہ ہوتا ہے ایسے لوگوں پر بھی اوقاف کا مال خرچ کر دیتے ہیں جن پر واقف کی شرائط کے اعتبار سے خرچ کرنا جائز نہیں ہوتا یا اپنے ملنے والوں کو

شرائط کے خلاف اوقاف کی عمارتوں میں ٹھہرا دیتے ہیں یا ان کو مختصر سے کرایہ پر دے دیتے ہیں، یہ سب حرام اور خیانت ہے۔

(۱۰) بعض لوگوں کے پاس وقف کا مکان کرایہ پر ہوتا ہے اور وہ پرانا کرایہ ہی دیتے رہتے ہیں حالانکہ ہر دور میں وہی کرایہ دینا لازم ہے جو مکان کے مناسب حال ہو، اگر وقف کا ذمہ دار اس میں رعایت دے یا چشم پوشی کرے تب بھی کم کرایہ پر اکتفا کرنا حلال نہیں ہے، یہ دیکھ لیں کہ اس طرح کا مکان اگر کسی کی ملکیت میں ہوتا تو وہ کتنے کرایہ پر ملتا اس کے موافق کرایہ پر دیں اور یہ بھی واضح رہے کہ ایک سال سے زیادہ کے لیے وقف کی زمین کرایہ پر دینا جائز نہیں ﴿ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ﴾

یہ چند مثالیں لکھ دی ہیں غور کرنے سے اور بھی بہت سی صورتیں ایسی نکل آئیں گی جن میں امانت داری کی خلاف ورزی ہوتی رہتی ہے اور ان میں عامۃ الناس مبتلا ہیں۔

ایک بہت بڑی خیانت :

ایک بہت بڑی خیانت ٹیلی فون کے محکمہ میں کام کرنے والوں کی طرف سے شروع ہوگئی ہے اور وہ یہ ہے کہ جن لوگوں کے گھروں اور دُکانوں میں ٹیلی فون ہیں خاص کر وہ لوگ جو شہر سے باہر ملک سے باہر ٹیلی فون کرنا چاہتے ہیں ان سے آپریٹر کہہ دیتا ہے کہ آپ ماہانہ اتنی رقم دیں پھر جتنی جگہ فون کریں یا جتنی بار کریں آپ کو آزادی رہے گی اور کلی اختیار رہے گا اس میں سراپا خیانت ہے اور بہت بڑی خیانت ہے، آپریٹر اور ٹیلی فون کرنے والے سب خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں اور محکمہ کی بڑی بڑی رقوم ہضم کر جاتے ہیں ان کو موت کے بعد کا کوئی خیال نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ عام طور پر آخرت کی فکر ہی نہیں دل کی لگی بری ہوتی ہے اگر فکر ہو جائے جسے واقعی فکر کہتے ہیں اور دوزخ کی آگ کا یقین ہو جائے تو نیند نہ آئے جب تک کہ حقوق العباد اَدا نہ کردے، فکر تو بعد کی بات ہے یقین ہی کجا ہے جو یقین کہنے کے لائق نہیں اس لیے حقوق کی ادائیگی فرائض و واجبات اور اجتنابِ محرمات کی طرف توجہ نہیں۔

بہت سے لوگ مرید ہوکر بھی غافل ہیں :

مرید ہونے کی ضرورت کیا ہے ؟ عموماً لوگ اس ضرورت ہی سے ناواقف ہیں دوسروں کی دیکھا دیکھی رواجی طور پر مرید ہوجاتے ہیں اور کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قیامت کے دن پیر صاحب ہماری سفارش کردیں گے، اس سے زیادہ کسی چیز کا تصور پیروں کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں میں عموماً نہیں پایا جاتا، بھلا بے عمل خلافِ شرع پیر کیا سفارش کرسکتے ہیں ؟

مرید ہوتے وقت جو کسی شخص کے ہاتھ پر توبہ کرتے ہیں اُس توبہ کے لوازم کا پورا کرنا لازم ہے (ان لوازم کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی جائے) اگر مرید ہوئے اور فرائض کا اہتمام نہ کیا گناہوں سے نہ بچے اور حرم وحلال کی تمیز نہ کی حرام مال کماتے رہے یا حرام جگہ خرچ کرتے رہے یا لوگوں کے حقوق دباتے رہے یا مال مارتے رہے تو ایسی مریدی والی توبہ سچی نہیں ہے۔ شیخ کے ہاتھ پر توبہ کرلینے کے بعد حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ نہ ہونے کا باعث یہ بھی ہے کہ عموماً بہت سے پیر جو آباؤ اجداد کی گدیاں سنبھالے بیٹھے ہیں خود ہی فکرِ آخرت سے خالی ہیں، خالص دُنیادار ہیں، مال جمع کرنے کو مقصدِ زندگی بنا رکھا ہے، پیری مریدی بھی ایک دھندہ ہے جو کسبِ مال کا بہت بڑا ذریعہ ہے ایسے لوگوں کی صحبت سے فکرِ آخرت کے بجائے حبِ دنیا میں اضافہ ہوتا ہے۔

مرید ہونے کا ارادہ کریں تو اوّل لازم ہے کہ ایسا مرشد تلاش کریں جو شریعت کا پابند ہو اور آخرت کا فکر مند ہو، دنیا دار نہ ہو، دنیا سے محبت نہ رکھتا ہو، گناہوں سے بچتا ہو اور اس کے پاس بیٹھنے سے آخرت کی فکر بڑھتی ہو اور گناہ چھوٹتے ہوں، نیکیوں کی رغبت ہوتی ہو، حرام سے بچنے کی طرف اور حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف طبیعت چلتی ہو اور فرائض وشرعی احکام کی طرف رغبت ہوتی ہو، اگر کوئی شخص مرید کرتا ہو لیکن فرائض وحقوق کا خیال نہ رکھتا ہو اُس کی زندگی گناہوں والی ہو تو اِس قابل نہیں ہے کہ اُس سے مرید ہوں اس شخص سے دُور بھاگنا واجب ہے۔

(باقی صفحہ ۵۲)

معاشرتی اِصلاح کے متعلق چند زرّیں ہدایات

﴿ اِفادات : حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد صاحب باندوی ﴾

✿ ✿ ✿

لڑکیوں کی پرورِش کرنے اور اُن پر خرچ کرنے کی فضیلت :

فرمایا آج کل لڑکیوں کے پیدا ہو جانے کو عیب سمجھا جاتا ہے، لڑکا پیدا ہونے سے تو خوشی ہوتی ہے لڑکی پیدا ہونے سے خوشی نہیں ہوتی، کفارِ مکہ کا بھی یہی حال تھا کہ لڑکی کی پیدائش کو بہت برا سمجھتے تھے لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے یہی حال آج اُمت کا ہو رہا ہے کہ لڑکی کی پیدائش کو منحوس سمجھتے ہیں حالانکہ لڑکیوں پر خرچ کرنے میں جتنا ثواب ملتا ہے لڑکوں پر خرچ کرنے میں اتنا نہیں ملتا۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ میرے مال کا سب سے اچھا مصرف کیا ہے ؟ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ تیری وہ لڑکی جو تیری طرف لوٹا دی جائے۔ لڑکی کے باپ کے پاس لوٹنے کی یہی شکل ہوتی ہے کہ یا تو وہ بیوہ ہو جائے یا مطلقہ ہو جائے یا اُس کا شوہر اُس کو اچھی طرح رکھتا نہ ہو ایسی حالت میں بیچاری کہاں جائے اپنے میکہ ہی تو جائے گی اپنے ماں باپ بھائی کے پاس ہی تو رہے گی یہاں نہ جائے گی تو پھر کہاں جائے گی، اپنے ماں باپ اور بھائی بھی اُس کے نہ ہوں گے تو کون ہوگا ؟

بعض لوگوں کو دیکھا کہ لڑکی کی شادی ہو جانے کے بعد پھر اُس کے ساتھ لڑکی جیسا سلوک نہیں کرتے اُس کے ساتھ اجنبیوں جیسا برتاؤ کرتے ہیں اچھے خاصے پڑھے لکھے دیندار لوگوں تک کو اس میں مبتلا دیکھا ہے، اَرے اس بیچاری کی اگر بھائی کی بیوی سے نہیں بنتی تو ماں باپ اور بھائی تو ہیں اُن کو تو خیال کرنا چاہیے، تعجب ہے کہ وہ بھی نہیں خیال کرتے۔

لڑکی کی اہمیت :

فرمایا آج کل لڑکی پیدا ہونے کو بہت معیوب سمجھتے ہیں، لڑکا پیدا ہونے کی تو خوشی ہوتی ہے

لڑکی پیدا ہونے کی خوشی نہیں ہوتی ،لڑکا پیدا ہو تو عقیقہ میں دو بکرے ذبح کر دیں گے دعوت کریں گے خوشیاں منائیں گے لڑکی پیدا ہو تو عقیقہ ہی نہ کریں گے۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کے لڑکی پیدا ہوئی اور اُس نے اُس کو اچھی طرح پالا ، تربیت کی ،شادی کی اُس کے لیے جنت ہے۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ عورت بڑی برکت والی ہے جس کے پہلے لڑکی پیدا ہو، راقم الحروف نے عرض کیا کہ حضرت معمولاتِ نبوی میں یہ حدیث منقول ہے حضرت نے فرمایا کہ اور بھی جگہ ہے مفسرین نے بھی نقل کی ہے۔

اور ایک حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ سے ایک صحابی نے پوچھا کہ میرے مال کا سب سے اچھا مصرف کیا ہے (یعنی مال کہاں خرچ کروں) ؟ حضور ﷺ نے فرمایا تمہاری بیٹی جو تم پر لوٹا دی جائے خواہ اِس وجہ سے کہ بیوہ ہوگئی اُس کا شوہر مر گیا یا اِس وجہ سے کہ اُس کے شوہر نے اس کو چھوڑ دیا یا طلاق دے دی ،اب ایسے حالات میں ماں باپ کی بھی نگاہیں پھر جاتی ہیں ،باپ اپنی بیٹی کو بھول جاتا ہے۔

جھانسی میں ایک مرتبہ میرا جانا ہوا ایک صاحب کے یہاں صبح کے وقت ٹھہرنا ہوا تھا ،ایک لڑکا صاف ستھرے اچھے کپڑے پہنے ہوئے آیا اُس کو گود میں بٹھالیا ، مٹھائی وغیرہ کوئی چیز کھانے کو دی تھوڑی دیر میں ایک اور بچہ پرانے گندے کپڑے پہنے ہوئے خستہ حالت میں آیا اُس کو دیکھ کر کہا بس آگئے ،لگ گئی خوشبو ،کتوں کی طرح بھاگے چلے آئے ،دُھتکار کر بھگایا اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ مولانا یہ میرا نواسہ ہے مجھ سے تو اپنا خرچ پورا نہیں ہوتا اِن کا کہاں سے پورا کروں ؟ لڑکی ہے میرے سر پڑ گئی مجبور ہوں ، مجھے بہت ناگوار ہوا میں ناراض ہو کر وہاں سے چلا آیا کہ ایسے شخص کے یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیے ، باپ بھی بیچاری لڑکی کا نہ ہوگا تو دُنیا میں کون اُس کا ہوگا۔

شادی میں تاخیر نہ کیجیے :

ایک صاحب نے آکر اپنے لڑکے کے متعلق حضرت سے کچھ مشورے لیے اور اُن کا لڑکا چند سال قبل مدرسہ میں زیرِ تعلیم بھی تھا اب کسی مدرسہ میں پڑھانے کی بات چل رہی تھی اُن صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کہیں سلسلہ لگا دیجیے، حضرت نے فرمایا وہ پہلے اپنی شکل تو دُرست کریں ڈاڑھی تو وہ کٹاتے ہیں لوگ اُن کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھی اعراض کرتے ہیں (کیونکہ ایسے شخص کی اِمامت مکروہ تحریمی ہے تمام مقتدیوں کی نماز خراب کرتا ہے) اُن صاحب نے رشتہ کے متعلق بھی مشورہ کیا حضرت نے فرمایا رشتہ جلدی کر دیجیے اس میں تاخیر نہ کیجیے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہیں سلسلہ سے لگ جائیں کچھ انتظام ہو جائے اُس کے بعد رشتہ مناسب رہے گا، حضرت نے فرمایا اس کا انتظار نہ کیجیے اللہ تعالیٰ سب انتظام فرما دے گا، آپ پہلے سے اتنی فکر کر رہے ہیں۔

ایک صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فقر کی شکایت کی آپ نے فرمایا شادی کرلو، خود قرآن میں ہے ﴿اَنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءُ﴾ اگر فقر ہے تو شادی کی برکت سے اللہ غنا نصیب فرما دے گا۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ مال اور جہیز خوب ملے گا بلکہ ذمہ داری کا احساس ہو جاتا ہے آدمی کچھ کرنے لگتا ہے اور اللہ برکت دیتا ہے، رزق کے سلسلہ میں زیادہ پریشان نہ ہونا چاہیے، جو آتا ہے مقدر کا کھاتا ہے پھر ایک بہو کو دو روٹی آپ نہیں کھلا سکتے ؟

ان صاحب نے پھر پڑھانے کی بابت مشورہ کیا، حضرت نے فرمایا سوچ کر بتلاؤں گا مقامی طور پر تو مناسب نہیں ہے، اعتراضات کی بھرمار ہوتی ہے کام کرنا مشکل ہوتا ہے، آئے دن نئی نئی باتیں لوگ پیش کرتے ہیں طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں اس سے بہتر ہے کہ آدمی باہر رہ کر سکون سے کام کرے۔

سادگی کے ساتھ بلا بارات کے شادی کی ترغیب :

ایک طالب علم جن کی شادی ہونے والی تھی وہ اور چند اَحباب حضرت کی خدمت میں لمبا سفر

کر کے چھوٹی سی گاڑی پر سوار ہو کر آئے تھے اور کام ہو جانے کے بعد جلد ہی واپس ہونے لگے، حضرت نے طالب علم کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ (جس طرح تم لوگ یہاں آئے ہو) کیا اسی طرح سادگی کے ساتھ شادی اور رُخصتی نہیں ہو سکتی کہ تین چار آدمی آئیں اور رُخصتی کرا لیں، نہ بارات نہ دھوم دھام، اگر تم لوگ عمل نہ کرو گے تو کون کرے گا ؟

منگنی اور تاریخ میں دعوت کی ضرورت نہیں :

حضرت کے متعلقین اور رشتہ داروں میں سے بعض لوگ ایک رشتہ کے سلسلہ میں مشورہ کرنے کے لیے آئے ، درمیانِ گفتگو حضرت نے فرمایا منگنی اور تاریخ متعین کرتے وقت لوگوں کو جمع کرنے اور دعوت کرنے کی کیا ضرورت ہے، دو چار لوگ آ کر مشورہ کر کے تاریخ طے کر لیں۔

مسجد میں نکاح ہونے کی تحریک چلاؤ :

باندا کے مشہور آدمی بابا فرید حضرت سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، حضرت نے اُن سے فرمایا باندا میں تم نوجوانوں کی ایک جماعت بناؤ ، صدر اور رُکن بنانے کی ضرورت نہیں، بس ایک جماعت ہو جو جگہ جگہ جا کر کام کرنے والی ہو اور اس کی تحریک چلاؤ کہ جتنے بھی نکاح ہوں سب مسجد میں ہوں، اس کے علاوہ کسی اور چیز کو ابھی نہ چھیڑو، ابھی تو بس یہی تحریک چلاؤ کہ نکاح مسجد میں ہونے لگیں یہ سنت مردہ ہوتی جا رہی ہے حدیث شریف میں آیا ہے اَعْلِنُوا النِّکَاحَ وَاجْعَلُوْہُ فِی الْمَسَاجِدِ "نکاح اعلان کے ساتھ کیا کرو اور مسجد میں کیا کرو۔" کھانے پینے ٹھہرنے کا انتظام جہاں مناسب ہو کریں لیکن اس پر زور دیں کہ جب نکاح کا وقت ہو تو تھوڑی دیر کے لیے مسجد میں آ جائیں اور اعلان کر دیا جائے کہ نکاح ہونے جا رہا ہے جس کو شریک ہونا ہوگا مسجد میں آ جائے گا۔

میں نے کانپور میں اس کی تحریک چلائی اَلحمدللہ اب صورتِ حال یہ ہے کہ بڑے بڑے لوگوں کے یہاں بھی قیام تو کہیں اور ہوتا ہے لیکن نکاح مسجد ہی میں ہوتا ہے، یہ سنت مردہ ہو رہی ہے اس کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے (ہر جگہ کے لوگوں کو چاہیے کہ) اس کی کوشش کریں۔

بیوی کے حقوق :

ایک عالم صاحب نے حضرت سے مشورہ لیا کہ میں مدرسہ میں پڑھاتا ہوں میری اہلیہ مکان میں میرے ماں باپ کے پاس ہے میں اہلیہ کو مدرسہ لانا چاہتا ہوں ، مدرسہ کی طرف سے مجھے مکان ملا ہے لیکن میری والدہ اور والد صاحب اس بات پر راضی نہیں وہ کہتے ہیں کہ بیوی کو نہ لے جاؤ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کے چلے آنے سے میں گھر میں خرچ کم بھیج سکوں گا بیوی رہے گی تو زیادہ بھیجوں گا اور گھر میں مالی اعتبار سے تنگی پریشانی بھی ہے، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے ؟

حضرت نے فرمایا کہ بیوی کے بہت سے حقوق ہیں اُن میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ جہاں خود رہے اپنے پاس بیوی کو رکھے، شریعت کا یہی حکم ہے شریعت کے حکم کے آگے سب کو جُھک جانا چاہیے یہاں تک حکم ہے کہ اُس کی اِجازت کے بغیر دُوسری جگہ لیٹے نہیں اُس کے پاس ہی لیٹے۔

حضور ﷺ ان باتوں کا کس قدر خیال فرماتے تھے ایک کی باری میں دُوسری بیوی کے پاس ہرگز نہ جاتے اور جس کی باری ہوتی اُس کے پاس ضرور جاتے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رات میں بیوی کے پاس رہنا اُس کا حق ہے۔

ان باتوں کو آدمی معمولی سمجھتا ہے حالانکہ اِس کی بہت اہمیت ہے ،ان باتوں کا تعلق ''حقوق العباد'' سے ہے، معلوم نہیں کس طرح لوگ بیویوں کو چھوڑ کر مہینوں بلکہ کئی کئی سال باہر رہتے ہیں، نہ بچوں کی فکر نہ بیوی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو قانون مقرر کر دیا تھا کہ چار مہینے سے زائد کسی شخص کو بیوی سے علیحدہ رہنے کی اجازت نہیں۔ اور اب تو لوگ سال سال بھر تک باہر رہتے ہیں، باہر ملک جا کر پیسہ کما رہے ہیں ایسا پیسہ کس کام کا، نہ بیوی کی شکل دیکھ سکے نہ بچوں کی، نہ رشتہ داروں سے ملاقات، نہ ماں باپ کی خدمت۔

ایسی عورتیں بھی سخت خطرہ میں ہوتی ہیں جن کے شوہر باہر رہتے ہیں، جن کے اندر بہت تقویٰ اور عِفت ہو وہ تو بچی رہتی ہیں ورنہ اُن کا بچنا مشکل ہوتا ہے اس لیے کہ جیسے مردوں میں شہوت ہوتی ہے

عورتوں میں بھی تو شہوت ہوتی ہے اور شیطان عورتوں کو جلد بہکا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

ایک صاحب تھے جو ہر وقت جماعت ہی میں رہتے تھے، ہر وقت اُن کا چلّہ ہی ہوا کرتا تھا جب دیکھو باہر سفر میں ہیں، بیوی کے حقوق کی کچھ پروانہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی بیوی کے دُوسرے سے ناجائز تعلقات ہو گئے اور وہ ہوا جو نہ ہونا چاہیے، ہر چیز میں اعتدال ہونا چاہیے، اکابر سے مشورہ نہیں کرتے، اس قسم کے لوگ جو کرتے ہیں اپنی طرف سے کرتے ہیں ورنہ مرکز کی طرف سے اس کی ممانعت ہے، خود مرکزِ تبلیغ میں جو لوگ رہتے ہیں بیوی بچوں کے ساتھ رہتے ہیں ورنہ سال میں کئی چھٹیاں دی جاتی ہیں جس میں جا کر وہ گھر والوں کے ساتھ رہتے ہیں۔

ساس بہو کے ساتھ رہنے کا مسئلہ :

اسی ضمن میں حضرت نے فرمایا کہ شادی شوہر سے ہوتی ہے یا شوہر کے ماں باپ سے ؟ عورت شوہر کی خدمت کے لیے آئی ہے نہ کہ ساس سسر کی خدمت کے لیے۔ بعض لوگ زبردستی عورت سے ماں باپ کی خدمت کراتے ہیں یہ ظلم اور ناجائز ہے۔

اسی واسطے حکم ہے کہ شادی کے بعد علیحدہ رہنا چاہیے، ساتھ رہنے میں بڑے فتنے ہوتے ہیں۔ احقر نے عرض کیا حضرت تھانویؒ نے بھی یہی فرمایا ملفوظ میں بھی وعظ میں بھی فتوے میں بھی۔ فقہاء نے بھی لکھا ہے صاحبِ بدائع وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ عورت اگر شوہر کے ماں باپ کے ساتھ رہنے پر راضی نہیں تو شوہر کو علیحدہ رہنے کا انتظام کرنا ضروری ہے لیکن بہت سے لوگوں کے حلق کے نیچے یہ مسئلہ نہیں اُترتا۔ حضرت نے فرمایا حلق سے نیچے اُترے یا نہ اُترے مسئلہ یہی ہے شریعت کے حکم کے سامنے سب کو جھک جانا چاہیے۔

احقر نے عرض کیا کہ بعض اہلِ علم کہتے ہیں کہ اس مسئلہ کو ظاہر کرنے میں فتنہ ہوگا، اگر لوگوں کو اس کی ترغیب دی جائے تو اختلاف ہوگا۔ حضرت نے فرمایا اس میں کیا فتنہ ہوگا ؟ اور کیا اس میں فتنہ نہیں ہوتا کہ ساتھ رہ رہے ہیں آئے دن جھگڑے ہوتے ہیں بیوی نے ساس کی خدمت نہیں کی

گھر کا کام نہیں کیا تو ظلم ہونے لگا اور طلاق ہوگئی یہ فتنہ نہیں ہے ؟ اس فتنہ کی فکر نہیں کہ پوری زندگی ہی برباد ہوجائے گی ، زیادہ تر لڑائیاں اسی کام کی وجہ سے ہوتی ہیں کہ بہو کام نہیں کرتی ، اَرے بہو پر کام کرنا ضروری کب ہے مسئلہ کے اعتبار سے دیکھو تو اُس پر تو روٹی پکانا بھی فرض نہیں۔

احقر نے عرض کیا بسا اوقات حالات ایسے ہوتے ہیں کہ ایک ہی لڑکا ہے اُس کی بوڑھی ماں ہے خود کام کرنا اُس کے لیے مشکل ہے، اب اگر بہولڑکا علیحدہ رہیں تو بوڑھی ماں کو کس قدر پریشانی ہوگی، حضرت نے فرمایا پھر بھی ساس کو بہو سے خدمت لینے کا حق نہیں ہے، لڑکے کو چاہیے کہ اپنی ماں کی خدمت کرے، اُس کا انتظام رکھے نوکرانی لائے لیکن بیوی سے زبردستی خدمت لینے کا کوئی حق نہیں البتہ اخلاقی طور پر اُس کو چاہیے کہ جب وہ محتاج ہے معذور ہے تو اُس کی خدمت کرے اُس میں بہو کی تخصیص نہیں، کوئی بھی محتاج معذور ہو جو شخص پاس میں ہے اخلاقی فرض یہ ہے کہ اُس کی خدمت کرے اُس کی مدد کرے۔

میری اہلیہ نے میری ماں کی تین سال تک برابر اس طرح خدمت کی ہے کہ پاخانہ دُھلاتیں، گود میں اُٹھاتیں ، کھلاتیں، پلاتیں ، خوب خوشی سے خدمت کرتی تھیں اور خوشی سے کرنا بھی چاہیے، اخلاقی فریضہ بھی یہی ہے لیکن زبردستی اِس کی منشاء کے خلاف اُس سے خدمت لینے کا حق نہیں۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ ہمارے گھر میں سب لوگ علیحدہ رہتے ہیں صرف کھانا ساتھ پکتا ہے، حضرت نے فرمایا : ارے اصل تو یہی ہے اسی سے تو سارے جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں، کھانا پکانا ضرور الگ ہونا چاہیے۔

اہلیہ کو لے کر علیحدہ رہیے اور والدین کی خدمت کیجیے :

رمضان میں ایک صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ شکایت کی کہ میری بیوی اور ماں میں باہم نباہ نہیں ہوتا ، آئے دن اختلافات اور کشیدگی ہوتی رہتی ہے یہ کہہ کر اُن صاحب نے تعویذ چاہا، حضرت نے فرمایا تعویذ تو میں دیتا لیکن آپ اہلیہ کو علیحدہ لے کر رہیے کھانا پینا بھی علیحدہ رکھیے

اور علیحدہ رہ کر والدین کی خدمت کیجیے، والدین اگر علیحدہ رہنے پر راضی نہ ہوں تب بھی علیحدہ رہیے ناراض ہوں تو ہوا کریں اُن کی خدمت کرتے رہیے، اِنشاء اللہ کچھ دن میں سب ٹھیک ہو جائے گا۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت اقدس نے جو کچھ فرمایا بعینہٖ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے بھی اِرشاد فرمایا ہے ملفوظات میں بھی مواعظ میں بھی اور فتاوی میں بھی ، احقر نے سارے مضامین حقوقِ معاشرت ''تحفۂ زوجین'' نامی کتاب میں جمع کر دیے ہیں، حضرت نے فرمایا لوگ کتابیں نہیں دیکھتے ورنہ ساری باتوں کا علاج موجود ہے اور فرمایا کہ یہ کتاب لوگوں کو ضرور پڑھنی چاہیے۔

بے پردگی کا نتیجہ :

فرمایا آج کل بے حیائی کا بازار گرم ہے، بے حیائی بے پردگی اس قدر عام ہو چکی ہے اور ایسے ایسے واقعات سننے میں آتے ہیں کہ اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا، اِدھر کچھ دنوں سے زیادہ ہی ایسے واقعات ہو رہے ہیں ابھی اِسی سفر کی بات ہے بے چارے ایک کرم فرما جو واقعی بڑے دیندار ہیں علماء کی بڑی خدمت کرتے رہتے ہیں خود میرے اُوپر بھی اُن کے احسانات ہیں اور وہ خود بھی نیک ہیں صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں لیکن اُن کی ایک بہن ہے غیر مسلم سے اُس کا تعلق ہو گیا ہے بس اُسی سے شادی کرنے کے لیے رَجھی پڑی ہے کہ شادی کروں گی تو اُسی سے، بیچارے بڑے پریشان ہیں وہ کیا کر سکتے ہیں سب لوگ دُعا کرو، اصل میں بے پردگی جہاں بھی ہوگی اپنا اَثر دکھائے گی زہر کوئی بھی کھائے اُس کا اَثر ہو کر رہے گا۔

دیندار گھرانوں میں بھی اگر بے پردگی ہوگی تو فساد ہوگا۔ یہ سب بے پردگی کا نتیجہ ہے لیکن اس کے باوجود لوگوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں، خواہش کا بھوت ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنی اولاد تک کو چھوڑ دیتا ہے، کئی واقعات ایسے ہیں کہ عورت کا اجنبی مرد سے تعلق ہوا وہ اپنے شوہر تک کو قتل کرنے کو تیار ہو گئی، یہ بھوت ایسا ہوتا ہے کہ جو بھی اس میں رُکاوٹ بنے گا وہ اُس کو دُور کرے گا، بھائی ہو باپ ہو شوہر ہو کسی کی پروا نہ ہوگی، بڑے فتنہ کا زمانہ ہے اللہ حفاظت فرمائے شریعت کے خلاف جب کام ہوگا اُس کا یہی نتیجہ ہوگا۔

عورت چاہے تو شوہر اور پورے گھر کو دیندار بنادے :

فرمایا عورت کے حالات کا پورے گھر پر اَثر پڑتا ہے، اگر عورت دیندار ہے تو دُوسری عورتوں کو بھی دیندار بنادے گی اگر عورت آزاد بے پردہ ہے تو ایک کے آنے سے پورا ماحول گندہ ہو جائے گا۔

ایک جگہ کا قصہ ہے کہ ایک تحصیلدار صاحب تھے اُن کی شادی ایک صاحب کی لڑکی سے ہوئی جو حضرت تھانویؒ سے بیعت تھے بڑے دیندار تھے اُن کی دینداری کی شہرت تھی رشتہ ہوا اور رُخصتی ہوگئی، رُخصتی کے بعد آتے ہی سب سے پہلے گھر میں دوسری عورتوں سے اُس نے سلام کیا، نئی دُلہن کے لیے سلام کرنا بڑے عار کی بات سمجھتے ہیں عورتوں کو بڑا تعجب ہوا کہ بڑی بے حیا معلوم ہوتی ہے، جب نماز کا وقت آیا تو اُس نے خود ہی پانی مانگا وضو کیا اور دوسری عورت سے کہا کہ آپ لوگ بھی نماز پڑھیں سب کو وضو کرایا نماز پڑھائی، عورتوں میں چرچا ہوا یہ تو بڑی بے حیا ہے ابھی سے ٹک ٹک باتیں کرتی ہے اس واسطے کہ اُس وقت عورتوں کے ماحول میں نئی دُلہن کے لیے بولنا جرم تھا پانی بھی نہیں مانگ سکتی دوسری عورت ساتھ جاتی تھی اگر پانی کی ضرورت ہوتی تو پہلے اُس سے کہتی وہ لاکر دیتی۔

اب کھانے کا وقت آیا کھانا سامنے لایا گیا تو کھانے سے انکار کر دیا، بہت اصرار کیا گیا تب بھی نہ کھایا، اب بات پھیلی کہ بہو کچھ کھاتی نہیں، جب زیادہ اِصرار کیا گیا تو کہا اچھا جس سے میرا رشتہ ہوا ہے اُن کو بُلا دیجئے اُن سے تھوڑی بات کرنا چاہتی ہوں۔ عورتوں میں ہائے ہائے مچ گئی کہ یہ کیسی بے حیا ہے ابھی سے شوہر سے سب کے سامنے بات کرتی ہے بڑی بے شرم ہے، شوہر کو بُلایا گیا اُس نے پوچھا کیا بات ہے ؟ جواب دیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ رشوت لیتے ہیں اور رشوت کھانا حرام ہے اس کو تو میں نہیں کھاؤں گی، میں آپ سے مطالبہ نہیں کرتی گھر قریب ہے میں اپنا خرچ چلالوں گی گفتگو ہوتی رہی، شوہر نے کہا کہ اس میں میری بدنامی ہے۔ بیوی نے جواب دیا کہ اس میں آپ کی بدنامی معلوم ہو رہی ہے اور قیامت میں جو رُسوائی ہوگی اُس کا خیال نہیں، شوہر نے توبہ کی آئندہ کے لیے عہد کیا کہ کبھی رشوت نہ لوں گا، اس کے بعد بیوی نے کھانے کی شرعی صورت بیان کی، جب عورت دیندار ہوتی ہے تو شوہر کو دیندار بنا دیتی ہے اُس کو دیکھ کر دُوسری عورتیں بھی دیندار ہو جاتی ہیں۔

وہ تحصیلدار صاحب بعد میں بہت دیندار ہو گئے تھے چہرہ پر ڈاڑھی آگئی تھی میرے پاس کثرت سے آتے تھے، باندا میں بھی رہے ہیں بعد میں ڈپٹی کلکٹر ہو گئے تھے، جب میں قربانی کے لیے جانور خریدنے جاتا تو میرے ساتھ ساتھ پیچھے پیچھے چلتے جب تک رہتا میرے ساتھ ہی رہتے، میں نے اُن سے کہا آپ کی ذلت ہوتی ہے کہنے لگے یہ ذلت ہزار درجہ اُس عزت سے اچھی ہے، اب بیچاروں کا اِنتقال ہو گیا ہے بعد میں تو بہت دیندار ہو گئے تھے واقعی جب عورت دیندار ہوتی ہے تو مرد کو بھی دیندار بنا سکتی ہے۔

عورت بددین ہو تو شوہر کو بددین اور گھر کو برباد کردے گی :

اگر عورت بددین اور آزاد بے پردہ ہے تو مرد کو بھی بددین بنادے گی، کتنی جگہ آزاد عورتیں گھروں میں آئیں خود بے پردہ تھیں دوسروں کو بے پردہ بنا دیا، لباس ایسا کہ ہاتھ کھلے ہوئے پیٹ کھلا ہوا، ایسی عورتیں دُوسروں کو اور شوہر کو بھی بددین بنادیتی ہیں۔

اس میں بھی ایک تحصیلدار صاحب ہی کا قصہ ہے بڑے دیندار تھے رشوت بالکل نہ لیتے تھے نماز روزہ کے پابند، اتفاق سے اُن کے چپڑاسی کے یہاں شادی تھی اُس نے تحصیلدار صاحب سے اصرار کیا کہ صاحب اپنے گھر سے عورتوں کو بھیج دیں تو میری عزت رہ جائے گی اور وہ تحصیلدار صاحب کسی کے یہاں شادی وغیرہ میں بھیجتے نہ تھے، ایک تو شادی میں بے پردگی بہت ہوتی ہے دوسرے اور بہت سی خرابیاں ہوتی ہیں اس لیے اپنے گھر کی عورتوں کو شادی میں نہ بھیجتے تھے لیکن چپڑاسی نے بہت اصرار کیا تو اُنہوں نے بھیج دیا، وہاں جا کر اِنہوں نے دیکھا کہ ساری عورتیں ایک سے ایک لباس پہنے زیور سے لدی پڑی ہیں اور ہر پانچ منٹ میں نیا جوڑا بدلا جا رہا ہے اور عورتیں پوچھتیں کہ یہ کون ہیں تو بتلایا جاتا کہ تحصیلدار صاحب کی بیگم ہیں اِن کی اور ذلت ہوتی، بس وہاں سے آکر جب گھر آئی ہیں تو تحصیلدار صاحب پر برس پڑیں کہ میری ناک کٹا کے رکھ دی مجھے ذلیل ورُسوا کیا، چپڑاسی اور نوکر ان کی عورتیں تو زیور سے لدی رہتی ہیں، نئے نئے جوڑے منٹ منٹ پر بدلے جاتے ہیں اور میرے پاس صرف ایک سادہ جوڑا، زیور سے بالکل ننگی۔

تحصیلدار صاحب نے سمجھایا کہ اَرے جتنی تنخواہ ہے اُسی کے مطابق انتظام کرتا ہوں وہ لوگ دوسری طرح آمدنی کرتے ہیں رشوت لیتے ہیں، بیگم صاحبہ فرماتی ہیں تو آپ کے لیے کیا دروازہ بند ہے، آپ کو کس نے منع کیا ؟ الغرض اتنا پیچھے پڑیں بالآخر شوہر کو مجبور کر دیا وہ رشوت لینے لگے اور اُن کی ساری دینداری ختم ہوگئی۔ یہ تحصیلدار صاحب کی کمزوری اور ڈھیلے پن کی بات تھی ورنہ سخت ہوجاتے، نہ لیتے رشوت، کیا کر لیتی عورت، گھر سے نکال دیتے دماغ درست ہوجاتا۔

جب عورت بددین ہوتی ہے تو شوہر کو بھی بددین بنا دیتی ہے، اِسی وجہ سے اہلِ کتاب یہودی یا عیسائی عورتوں سے کوئی نکاح کرے تو نکاح تو جائز ہوجائے گا لیکن اس کی ممانعت ہے کیونکہ اس سے گھر برباد ہوتا ہے۔

دورانِ گفتگو فرمایا کہ شوہر بیوی کا بے تکلف ہو کر ماں باپ اور اپنے بڑوں کے سامنے بولنا ہنسی مذاق کرنا جائز تو ہے لیکن اچھا نہیں معلوم ہوتا، کچھ چیزیں عرفی ہوتی ہیں، عرف میں اُس کو بہت برا سمجھا جاتا ہے۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ فقہاء کی تصریح کے مطابق ادب کا مدار عرف پر ہے اور عرف میں بڑوں کے سامنے بے تکلف ہو کر بات کرنے کو بے ادبی سمجھا جاتا ہے لہٰذا یہ بہت بڑی بے ادبی اور بے حیائی ہے۔

۞ ۞ ۞

بقیہ : توبہ کرنے کا حکم اور توبہ کا طریقہ

لوگ مال و دولت کو اور حکومت و سلطنت کو کامیابی سمجھتے ہیں دنیا کے عہدے حاصل ہوجانے کو کامیابی جانتے ہیں اور بڑے بڑے گناہوں میں ملوث ہو کر یہ چیزیں حاصل کرتے ہیں، جو چیزیں گناہوں سے حاصل ہوں گی اُن میں خیر کہاں ؟ وہ تو مزید گناہ ہونے کا ذریعہ بنیں گی گناہوں کی گٹھڑی لے کر قیامت میں حاضر ہونا کوئی سمجھداری نہیں ہے، گزشتہ گناہوں سے توبہ کرو حقوق العباد کی تلافی کرو اور آئندہ ہر گناہ سے بچو۔ اللہ جل شانہ ہم سب کو گناہوں سے محفوظ فرمائے اور اعمالِ صالحہ کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اِنتخابات میں ووٹ، ووٹر اَور اُمیدوار کی شرعی حیثیت

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مفتی اعظم پاکستان ﴾

اِسمبلی، کونسل یا کسی دُوسرے اِداروں کے اِنتخابات میں کسی شخص کو کس صورت میں اُمیدوار ہونا چاہیے نیز کسی اُمیدوار کے حق میں ووٹر کو اپنا ووٹ کس طرح استعمال کرنا چاہیے ؟ عام طور پر لوگ اس کو ذاتی اور نجی معاملہ سمجھتے ہیں حالانکہ یہ خالص دینی معاملہ ہے پیشِ نظر مضمون میں ان دونوں طبقوں کے شرعی فرائض کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ (اِدارہ)

آج کی دُنیا میں اسمبلیوں، کونسلوں، میونسپل وارڈوں اور دُوسری مجالس اور جماعتوں کے انتخابات میں جمہوریت کے نام پر جو کھیل کھیلا جارہا ہے کہ زور وزَر اور غنڈہ گردی کے سارے طاغوتی وسائل کا استعمال کر کے یہ چندروزہ موہوم اعزاز حاصل کیا جاتا ہے اوراس کے عالم سوز نتائج ہر وقت آنکھوں کے سامنے ہیں اور مُلک وملت کے ہمدرد وسمجھدار انسان اپنے مقدور بھراس کی اصلاح کی فکر میں بھی ہیں لیکن عام طور پر اس کو ایک ہار جیت کا کھیل اور خالص دُنیاوی دھندہ سمجھ کر ووٹ لیے اور دیے جاتے ہیں، پڑھے لکھے دیندار مسلمانوں کو بھی اس طرف توجہ نہیں ہوتی کہ یہ کھیل صرف ہماری دُنیا کے نفع نقصان اور آبادی یا بربادی تک نہیں رہتا بلکہ اس کے پیچھے کچھ طاعت ومعصیت اور گناہ وثواب بھی ہے جس کے اثرات اس دُنیا کے بعد بھی یا ہمارے گلے کا ہار عذابِ جہنم بنیں گے یا پھر درجاتِ جنت اور نجاتِ آخرت کا سبب بنیں گے اوراگرچہ آج کل اس اکھاڑہ کے پہلوان اوراس میدان کے مرد عام طور پر وہی لوگ ہیں جو فکرِ آخرت اور خدا ورسول کی اِطاعت ومعصیت سے مطلقاً آزاد ہیں اور اس حالت میں اُن کے سامنے قرآن وحدیث کے اَحکام پیش کرنا ایک بے معنٰی وعبث فعل معلوم ہوتا ہے لیکن اِسلام کا ایک یہ بھی معجزہ ہے کہ مسلمانوں کی پوری جماعت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوتی، ہر زمانہ اور

ہر جگہ کچھ لوگ حق پر بھی قائم رہتے ہیں جن کو اپنے ہر کام میں حلال و حرام کی فکر اور خدا اور رسول کی رضا جوئی پیشِ نظر رہتی ہے نیز قرآن کریم کا یہ بھی اِرشاد ہے ﴿ وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ ''آپ نصیحت کی بات کہتے ہیں کیونکہ نصیحت مسلمانوں کو نفع دیتی ہے۔''

اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اِنتخابات میں اُمیدواری اور ووٹ کی شرعی حیثیت اور اُن کی اہمیت کو قرآن اور سنت کی رُو سے واضح کر دیا جائے شاید کچھ بندگانِ خدا کو تنبیہ ہو اور کسی وقت یہ غلط کھیل صحیح بن جائے۔

اُمیدواری کسی مجلس ممبری کے اِنتخابات کے لیے جو اُمیدوار کی حیثیت سے کھڑا ہو وہ گویا پوری ملت کے سامنے دو چیزوں کا مدعی ہے ایک یہ کہ وہ اِس کام کی قابلیت بھی رکھتا ہے جس کا اُمیدوار ہے دُوسرے یہ کہ وہ دیانت و امانت داری سے اِس کام کو اَنجام دے گا۔

اب اگر واقعی میں وہ اپنے اِس دعویٰ میں سچا ہے یعنی قابلیت بھی رکھتا ہے اور امانت و دیانت کے ساتھ قوم کی خدمت کے جذبہ سے اس میدان میں آیا ہے تو اس کا یہ عمل کسی حد تک درست ہے اور بہتر طریق اس کا یہ ہے کہ کوئی شخص خود مدعی بن کر کھڑا نہ ہو بلکہ مسلمانوں کی کوئی جماعت اس کو اِس کام کا اہل سمجھ کر نامزد کر دے اور جس شخص میں اِس کام کی صلاحیت ہی نہیں وہ اگر اُمیدوار ہو کر کھڑا ہو تو قوم کا غدار و خائن ہے، اِس کا ممبری میں کامیاب ہونا ملک و ملت کے لیے خرابی کا سبب تو بعد میں بنے گا پہلے تو وہ خود غدار و خیانت کا مجرم ہو کر عذابِ جہنم کا مستحق بن جائے گا۔

اب ہر وہ شخص جو کسی مجلس کی ممبری کے لیے کھڑا ہوتا ہے اگر اُس کو کچھ آخرت کی بھی فکر ہے تو اِس میدان میں آنے سے پہلے خود اپنا جائزہ لے لے اور یہ سمجھ لے کہ اِس ممبری سے پہلے تو اُس کی ذمہ داری صرف اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال ہی تک محدود تھی لیکن بنصِ حدیث ہر شخص اپنے اہل و عیال کا بھی ذمہ دار ہے اور اب کسی مجلس کی ممبری کے بعد جتنی خلقِ خدا کا تعلق اِس مجلس سے وابستہ ہے اُن سب کی ذمہ داری کا بوجھ اِس کی گردن پر آتا ہے اور وہ دُنیا و آخرت میں اِس ذمہ داری کا مسئول اور جوابدہ ہے۔

ووٹ اور ووٹر :

کسی اُمیدوار ممبری کو ووٹ دینے کی اَز رُوئے قرآن و حدیث چند حیثیتیں ہیں :

☆ ایک حیثیت شہادت کی ہے کہ ووٹر جس شخص کو اپنا ووٹ دے رہا ہے اُس کے متعلق اُس کی شہادت دے رہا ہے کہ یہ شخص اِس کام کی قابلیت بھی رکھتا ہے اور دیانت اور اَمانت بھی ۔اور اگر واقعی میں اُس شخص کے اندر یہ صفات نہیں ہیں اور ووٹر یہ جانتے ہوئے اُس کو ووٹ دیتا ہے تو وہ ایک جھوٹی شہادت ہے جو سخت کبیرہ گناہ اور وبالِ دُنیا و آخرت ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث میں رسولِ کریم ﷺ نے شہادتِ کاذبہ کو شرک کے ساتھ کبائر میں شمار فرمایا ہے (مشکوٰۃ) اور ایک دوسری حدیث میں جھوٹی شہادت کو اَکبر کبائر فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم)

جس حلقہ میں چند اُمیدوار کھڑے ہوں اور ووٹر کو یہ معلوم ہے کہ قابلیت اور دیانت کے اعتبار سے فلاں آدمی قابلِ ترجیح ہے تو اُس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو ووٹ دینا اِس اَکبر کبائر میں اپنے آپ کو مبتلا کرنا ہے۔اب ووٹ دینے والا اپنی آخرت اور انجام کو دیکھ کر ووٹ دے محض رسمی مروت یا کسی طمع و خوف کی وجہ سے اپنے آپ کو اِس وبال میں مبتلا نہ کرے۔

☆ دُوسری حیثیت ووٹ کی شفاعت یعنی سفارش کی ہے کہ ووٹر اُس کی نمائندگی کی سفارش کرتا ہے، اِس سفارش کے بارے میں قرآنِ کریم کا یہ اِرشاد ہر ووٹر کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے :

﴿ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ﴾

''جو شخص اچھی سفارش کرتا ہے اُس میں اِس کو بھی حصہ ملتا ہے اور بری سفارش کرتا ہے تو اُس کی برائی میں اِس کا بھی حصہ لگتا ہے۔''

اچھی سفارش یہی ہے کہ قابل اور دیانت دار آدمی کی سفارش کرے جو خلقِ خدا کے حقوق صحیح طور پر ادا کرے اور بری سفارش یہ ہے کہ نا اہل ، نالائق ، فاسق ، ظالم کی سفارش کر کے اُس کو خلقِ خدا پر مسلط کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ووٹوں سے کامیاب ہونے والا اُمیدوار اپنے پنج سالہ دور میں جو نیک یا بد عمل کرے گا ہم بھی اُس کے شریک سمجھے جائیں گے۔

☆ تیسری شرعی حیثیت وکالت کی ہے کہ ووٹ والا اس اُمیدوار کو اپنا نمائندہ اور وکیل بناتا ہے لیکن اگر یہ وکالت اُس کی کسی شخصی حق کے متعلق ہوتی اور اُس کا نفع نقصان صرف اُس کی ذات کو پہنچتا تو اُس کا یہ خود ذمہ دار ہوتا مگر یہاں ایسا نہیں کیونکہ یہ وکالت ایسے حقوق کے متعلق ہے جن میں اُس کے ساتھ پوری قوم شریک ہے اِس لیے اگر کسی نااہل کو اپنی نمائندگی کے لیے ووٹ دے کر کامیاب بنایا تو پوری قوم کے حقوق کو پامال کرنے کا گناہ بھی اِس کی گردن پر رہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا ووٹ تین حیثیتیں رکھتا ہے : ایک شہادت، دُوسرے سفارش، تیسرے حقوقِ مشترکہ میں وکالت۔ تینوں حیثیتوں میں جس طرح نیک، صالح، قابل آدمی کو ووٹ دینا موجبِ ثوابِ عظیم ہے اور اُس کے ثمرات اِس کو ملنے والے ہیں اِسی طرح نااہل یا غیر متدین شخص کو ووٹ دینا جھوٹی شہادت بھی ہے اور بری سفارش بھی اور ناجائز وکالت بھی اور اس کے تباہ کن ثمرات بھی اِس کے نامہ اَعمال میں لکھے جائیں گے۔

ضروری تنبیہ :

مذکورالصدر بیان میں جس طرح قرآن وسنت کی رُو سے یہ واضح ہوا کہ نااہل، ظالم، فاسق اور غلط آدمی کو ووٹ دینا گناہِ عظیم ہے اسی طرح ایک اچھے نیک اور قابل آدمی کو ووٹ دینا ثوابِ عظیم ہے بلکہ ایک فریضہ شرعی ہے قرآنِ کریم نے جیسے جھوٹی شہادت کو حرام قرار دیا ہے اسی طرح سچی شہادت کو واجب ولازم بھی فرمایا ہے۔ اِرشادِ باری ہے : ﴿ كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ﴾ اور دُوسری جگہ اِرشاد ہے : ﴿ كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ ﴾ اِن دونوں آیتوں میں مسلمانوں پر فرض کیا ہے کہ سچی شہادت سے جان نہ چرائیں، اللہ کے لیے ادائیگی شہادت کے واسطے کھڑے ہو جائیں۔ تیسری جگہ سورۂ طلاق میں اِرشاد ہے : ﴿ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ﴾ یعنی اللہ کے لیے سچی شہادت کو

قائم کرو۔ ایک آیت میں یہ اِرشاد فرمایا کہ سچی شہادت کا چھپانا حرام اور گناہ ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے ﴿ وَلَا تَکْتُمُوا الشَّھَادَةَ وَمَنْ یَّکْتُمْھَا فَاِنَّہٗ آثِمٌ قَلْبُہٗ ﴾ یعنی شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو چھپائے گا اُس کا دل گناہگار ہے۔

ان تمام آیات نے مسلمانوں پر یہ فریضہ عائد کر دیا ہے کہ سچی گواہی سے جان نہ چرائیں، ضرور ادا کریں، آج جو خرابیاں اِنتخابات میں پیش آ رہی ہیں اُن کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ نیک صالح حضرات عموماً ووٹ دینے ہی سے گریز کرنے لگے جس کا لازمی نتیجہ وہ ہوا جو مشاہدہ میں آ رہا ہے کہ ووٹ عموماً اُن لوگوں کے آتے ہیں جو چند ٹکوں میں خرید لیے جاتے ہیں اور اُن لوگوں کے ووٹوں سے جو نمائندے پوری قوم پر مسلط ہوتے ہیں وہ ظاہر ہے کہ کس قماش اور کس کردار کے لوگ ہوں گے، اس لیے جس حلقہ میں کوئی بھی اُمیدوار قابل اور نیک معلوم ہو اُسے ووٹ دینے سے گریز کرنا بھی شرعی جرم اور پوری قوم وملت پر ظلم کے مترادف ہے۔

اور اگر کسی حلقہ میں کوئی بھی اُمیدوار صحیح معنٰی میں قابل اور دیانت دار نہ معلوم ہو مگر اُن میں سے کوئی ایک صلاحیت کار اور خدا ترسی کے اُصول پر دوسروں کی نسبت غنیمت ہو تو تقلیلِ شر اور تقلیلِ ظلم کی نیت سے اُس کو بھی ووٹ دے دینا جائز بلکہ مستحسن ہے جیسا کہ نجاست کے پورے اِزالہ پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں تقلیلِ نجاست کو اور پورے ظلم کو دفع کرنے کا اِختیار نہ ہونے کی صورت میں تقلیلِ ظلم کو فقہاء رحمہم اللہ نے تجویز فرمایا ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی اَعْلَمُ .

خلاصہ یہ ہے کہ اِنتخابات میں ووٹ کی شرعی حیثیت کم اَز کم ایک شہادت کی ہے جس کا چھپانا بھی حرام ہے اور اُس میں جھوٹ بولنا بھی حرام، اُس پر کوئی معاوضہ لینا بھی حرام، اُس میں محض ایک سیاسی ہار جیت اور دُنیا کا کھیل سمجھنا بڑی بھاری غلطی ہے۔

آپ جس اُمیدوار کو ووٹ دیتے ہیں شرعاً آپ اُس کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنے نظریہ اور علم وعمل اور دیانتداری کی رُو سے اِس کام کا اہل اور دُوسرے اُمیدواروں سے بہتر ہے جس کام کے

لیے یہ اِنتخابات ہورہے ہیں۔

اس حقیقت کو سامنے رکھیں تو اس سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں :

(۱) آپ کے ووٹ اور شہادت کے ذریعہ جو نمائندہ کسی اِسمبلی میں پہنچے گا وہ اِس سلسلہ میں جتنے اچھے یا برے اِقدامات کرے گا اُن کی ذمہ داری آپ پر بھی عائد ہوگی، آپ بھی اُس کے ثواب یا عذاب میں شریک ہوں گے۔

(۲) اِس معاملہ میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ شخصی معاملات میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تو اُس کا اَثر بھی شخصی اور محدود ہوتا ہے، ثواب وعذاب بھی محدود، قومی اور مُلکی معاملات سے پوری قوم متاثر ہوتی ہے، اُس کا اَدنیٰ نقصان بھی بعض اوقات پوری قوم کی تباہی کا سبب بن جاتا ہے اس لیے اس کا ثواب وعذاب بھی بہت بڑا ہے۔

(۳) سچی شہادت کا چھپانا اَز رُوئے قرآن حرام ہے۔

(۴) جو اُمیدوار نظامِ اِسلامی کے خلاف کوئی نظریہ رکھتا ہے اُس کو ووٹ دینا ایک جھوٹی شہادت ہے جو گناہِ کبیرہ ہے۔

(۵) ووٹ کو پیسوں کے معاوضہ میں دینا بدترین قسم کی رشوت ہے اور چند ٹکوں کی خاطر اسلام اور ملک سے بغاوت ہے۔ دوسروں کی دُنیا سنوارنے کے لیے اپنا دین قربان کر دینا کتنے ہی مال و دولت کے بدلے میں ہو کوئی دانشمندی نہیں ہوسکتی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص سب سے زیادہ خسارے میں ہے جو دوسرے کی دُنیا کے لیے اپنا دین کھو بیٹھے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی اَعْلَمُ .

موت کی یاد

قسط : ۲

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، انڈیا ﴾

۞ ۞ ۞

موت کو یاد کرنے کے بعض فوائد :

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ بعض علماء سے منقول ہے کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد رکھے اُس کو اللہ تبارک وتعالیٰ تین باتوں کی توفیق مرحمت فرماتا ہے :

(۱) تعجیل التوبة : یعنی اگر اُس سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ جلد توبہ کر کے گناہ معاف کرانے کی کوشش کرتا ہے کہ کہیں توبہ کے بغیر موت نہ آجائے۔

(۲) قناعة القلب : یعنی موت کو یاد رکھنے والا حرص وطمع میں مبتلا نہیں ہوتا بلکہ جو کچھ بھی اُسے میسر ہوتا ہے اُسی پر راضی رہتا ہے اور یہ قناعت اُسے طبعی سکون اور دلی راحت عطا کرتی ہے، وہ یہ سوچتا ہے کہ تھوڑی بہت زندگی ہے جس طرح بھی گزر جائے گزار لیں گے زیادہ کی فکر کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔

(۳) نشاط العبادة : یعنی موت کا استحضار رکھنے والا شخص جب عبادت کرتا ہے تو پوری دلجمعی اور یکسوئی کی کوشش کرتا ہے، اس دلجمعی کی دو وجوہات ہوتی ہیں : اوّل یہ کہ اسے خطرہ رہتا ہے کہ پتہ نہیں آئندہ اُس کو عبادت کا موقع ملے کہ نہ ملے لہٰذا ابھی اسے جتنا اچھا بنالیں غنیمت ہی غنیمت ہے، دوسرے یہ کہ موت کی یاد کی وجہ سے اُسے عبادت پر ملنے والے عظیم اُخروی بدلے کا کامل یقین ہوتا ہے جس کی بناء پر اُسے عبادت میں وہ کیف وسرور نصیب ہوتا ہے جو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

موت کو بھول جانے کے نقصانات :

اس کے برخلاف جو شخص موت کو یاد نہیں رکھتا اور آخرت سے غافل رہتا ہے وہ تین طرح کی محرومیوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے :

(١) تسويف التوبة : یعنی اگر اُس سے کوئی گناہ ہوجائے تو توبہ کرنے میں ٹال مٹول کرتا رہتا ہے اور اِستغفار میں جلدی نہیں کرتا اور بسا اوقات اِسی حالت میں اُس کی موت آجاتی ہے۔

(٢) ترك الرضا بالكفاف : جب موت کی یاد نہیں رہتی تو آدمی کی ہوس بڑھ جاتی ہے اور وہ ضرورت کے مطابق روزی پر راضی نہیں رہتا بلکہ هَلْ مِنْ مَّزِيْد کی بیماری کا شکار ہوجاتا ہے، موت سے غفلت کی بنا پر منصوبوں پر منصوبے بنائے چلا جاتا ہے جس کا انجام یہ نکلتا ہے کہ آرزوئیں رہ جاتی ہیں اور موت بالآخر زندگی کا تسلسل ختم کردیتی ہے۔

(٣) التكاسل فى العبادة : جب آدمی موت سے غافل رہتا ہے تو عبادت کرنے میں قدرتی طور پر سستی ظاہر ہوتی ہے اور نشاط کافور ہوجاتا ہے، اوّلاً عبادت کرتا ہی نہیں اور کرتا بھی ہے تو وہ طبیعت پر نہایت گراں گزرتی ہے، یہ گرانی صرف اِس بناء پر ہے کہ آدمی کو یہ استحضار نہیں رہتا کہ ہم سے مرنے کے بعد ان ذمہ داریوں کے بارے میں سوال کیا جانا ہے اور اگر خدانخواستہ وہاں رضائے خداوندی کے مطابق جواب نہ ہوا تو ایسی رُسوائی ہوگی جس کے مقابلہ میں دنیا کی ساری رُسوائیاں اور بے عزتیاں ہیچ ہیں۔ (شرح الصدور ص ٤٥)

موت کو یاد کرنے کے چند ذرائع :

احادیثِ طیبہ میں جہاں موت کو یاد رکھنے کی تلقین فرمائی گئی ہے وہیں بعض ایسے اعمال کی ترغیب بھی وارد ہے جو موت کو یاد رکھنے میں مؤثر اور معاون ہوتے ہیں ان میں سب سے اہم عمل یہ ہے کہ گاہے بگاہے عام قبرستان جا کر قبر کی زندگی اور قبر والوں کے حالات کے متعلق غور کیا جائے چنانچہ ایک روایت میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا :

زُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ . (مسلم شريف ج ١ ص ٣١٤)

''قبروں کی زیارت کیا کرو اس لیے کہ وہ موت کو یاد دلاتی ہیں۔''

اور ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا :

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ اَلَا ! فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُرِقُّ الْقَلْبَ وَتُدْمِعُ الْعَيْنَ وَتُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ وَلَاتَقُوْلُوْا هُجْرًا. (رواہ الحاکم شرح الصدور ۴۹)

''میں تمہیں پہلے قبروں پر جانے سے منع کرتا تھا مگر اب سنو ! تم لوگ قبروں پر جایا کرو کیونکہ وہ دلوں کو نرم کرتی ہیں آنکھ سے آنسو جاری کرتی ہیں اور آخرت کی یاد دلاتی ہیں اور کوئی فحش بات مت کہا کرو۔''

اس طرح کی احادیث میں قبرستان کو موجب عبرت قرار دیا گیا ہے اور ساتھ میں قبرستان جانے کا اصل مقصد بھی بتا دیا گیا کہ وہاں محض تفریح اور تماشا کی غرض سے نہ جائے بلکہ اصل نیت موت کو یاد کرنے اور آخرت کے استحضار کی ہونی چاہیے مگر افسوس کا مقام ہے کہ آج ہمارے دلوں پر غفلتوں کے ایسے گہرے پردے پڑ چکے ہیں اور قساوت کا ایسا مہلک زنگ لگ چکا ہے کہ قبرستانوں کو کھیل کود اور تماشوں کی آماجگاہ بنالیا گیا ہے، عرس کے نام سے اولیاء اللہ کی قبروں پر وہ طوفانِ بدتمیزی بپا ہوتا ہے کہ اَلامان الحفیظ اور اِس پر طرہ یہ کہ اِن سب کاموں کو بہت بڑے اجروثواب کے اعمال میں شامل کرنے کی شرمناک کوشش کی جاتی ہے، اسی طرح آج جو قبرستان آبادیوں کے بیچ میں آچکے ہیں وہ محلے کے آوارہ گرد نوجوانوں کے لیے کھیل کے میدان بنتے جارہے ہیں اور اِن قبرستانوں میں جواریوں اور سٹہ بازوں کی کمین گاہیں بھی نظر آتی ہیں قبروں کے سامنے رہتے ہوئے اس طرح کی حرکتیں سخت قساوتِ قلبی کی دلیل ہیں۔ (جاری ہے)

خانقاہِ حامدیہ اور رمضان المبارک

بحمداللہ خانقاہِ حامدیہ میں حسبِ معمول گزشتہ برسوں کی طرح اس برس بھی رمضان المبارک میں ملک کے مختلف شہروں سے آئے ہوئے سالکانِ طریقت نے مسجد حامدؒ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم کی معیت میں اعتکاف کیا اور سلوک واحسان، ریاضت ومجاہدہ میں مشغول ومصروف رہے۔ حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم کی جانب سے مسترشدین ومریدین کے لیے کچھ اجتماعی اعمال اور کچھ حسبِ حال ہر ایک کے لیے انفرادی اعمال کی ہدایات تھیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

۲۷ ر رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ/۱۲ر جون ۲۰۱۸ء کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم نے پانچ حضرات کو خرقہ خلافت ودستارِ فضیلت سے نوازا :

(۱) مولانا عبدالستار صاحب بن حاجی اللہ دیوایا، ملتان

(۲) مولانا عبدالوحید صاحب بن مفتی عبدالحمید صاحبؒ لٹن روڈ لاہور (فاضل جامعہ مدنیہ)

(۳) مولانا محمد محبوب صاحب بن منظور حسین صاحب، تونسہ شریف (فاضل جامعہ مدنیہ جدید)

(۴) مولانا محمد نوید صاحب بن تاج محمد صاحب، اوگی مانسہرہ (فاضل جامعہ مدنیہ جدید)

(۵) مولانا محمد یونس صاحب محمد شاہ صاحب، مارتونگ شانگلہ (فاضل جامعہ مدنیہ جدید)

اللہ تعالیٰ ان سلاسل طیبہ کے فیوض و برکات کو اقوامِ عالم میں تا قیامت جاری وساری فرما کر قبولیت سے نوازے اور ہمیں ان مشائخ کی تعلیمات پر عمل کی توفیق اور آخرت میں صالحین کے ساتھ محشور فرمائے، آمین۔

وفیات

۳؍شوال المکرّم ۱۴۳۹ھ/ ۱۷؍جون ۲۰۱۸ء کو قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے پیر جی حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم کی اہلیہ محترمہ طویل علالت کے بعد میرٹھ انڈیا میں انتقال فرما گئیں، مرحومہ بہت نیک خصلت پاکباز خاتون تھیں گھریلو کام کاج کے ساتھ ساتھ ذکر وفکر کے معمولات پوری پابندی سے ادا فرماتی تھیں۔

۱۲؍شوال المکرّم ۱۴۳۹ھ/ ۲۷؍جون ۲۰۱۸ء کو شیخ التفسیر حضرت مولانا ابو طاہر محمد اسحاق خان صاحب مدنی طویل علالت کے بعد پلندری آزاد کشمیر میں انتقال فرما گئے۔

۲۹؍رمضان المبارک کو حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے داماد مولانا محمد انور صاحبؒ طویل علالت کے بعد کوٹ عبدالمالک لاہور میں وفات پاگئے۔

۱۸؍رمضان المبارک کو مولانا خلیل اللہ صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ کوئٹہ میں وفات پاگئیں۔

۲۶؍رمضان المبارک کو جامعہ مدنیہ جدید کے مدرس مولانا اظہار الحق صاحب کے خسر مدینہ منورہ میں وفات پاگئے اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔

۲۹؍رمضان المبارک کو حضرت مولانا عبدالرشید صاحب کشمیریؒ کی نواسی مولانا غلام قاسم صاحب نعمانی کی پانچ سالہ بیٹی شاہدرہ میں کرنٹ لگنے سے وفات پاگئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

اخبار الجامعہ

﴿جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور﴾

جامعہ مدنیہ جدید کے 144 طلباء نے وفاق المدارس العربیہ کے سالانہ اِمتحانات میں شرکت کی جس میں مجموعی طور پر جامعہ کا رزلٹ 76 فیصد رہا۔

١١ر شوال المکرّم ١٤٣٩ھ/ ٢٦ر جون ٢٠١٨ء سے جامعہ مدنیہ جدید میں نئے تعلیمی سال کے داخلے شروع ہوئے اور کثیر تعداد میں طلباء کی آمد شروع ہوگئی، اِسی روز سے تعلیم کا آغاز ہوگیا، والحمد للہ۔

٢٨ر جون کو قائدِ جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب مدظلہم بعد عشاء جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے اُن کی رہائشگاہ پر ملاقات کی اور رات کا کھانا تناول فرمایا بعد ازاں رات گئے تقریباً دو بجے تک ملکی سیاسی حالات و دیگر مختلف معاملات پر گفتگو ہوتی رہی، رات دو بجے واپس تشریف لے گئے۔

شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ وار مطبوعہ مضامین جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ پر پڑھے جاسکتے ہیں

http://www.jamiamadniajadeed.org/maqalat

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانئ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی، اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیزواَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنواکر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں "جامعہ مدنیہ جدید" محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35399051 - 42 - 92+ 35399052 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954) MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954) MCB کریم پارک برانچ لاہور

انوار مدینہ کا اکاؤنٹ نمبر (2-7914-100-020-0954) MCB کریم پارک برانچ لاہور

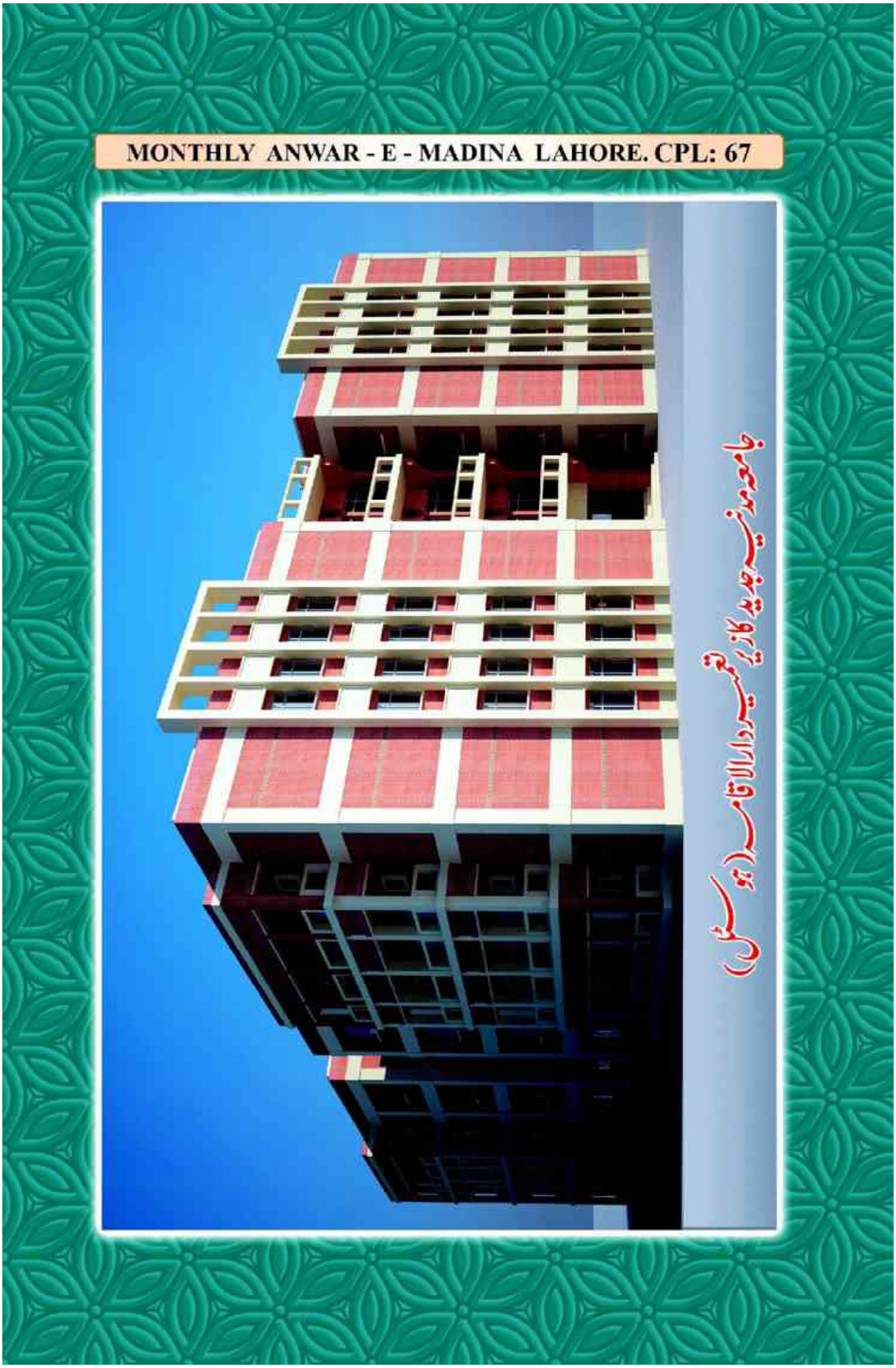
MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67
جامعہ مدنیہ جدید کا زیرِ تعمیر دارالاقامہ (ہوسٹل)